An Najihun
INSTITUTE

# الأُرْجُوزَةُ المِيئِيَّةُ

## فِي ذِكْرِ حَالِ أَشْرَفِ البَرِيَّةِ

ابنِ أبي العزّ الحنفي

شارح : شیخ عبد العزیز ناصر حفظه الله

تلخیص و تحریر : امان الله افغانی

# فہرستِ مضامین


- پیدائش ............ 12
- رضاعت ............ 13
- شق صدر کا پہلا واقعہ ............ 14
- ماں کی وفات ............ 15
- دادا (عبد المطلب) کی وفات ............ 16
- چچا ابو طالب کی کفالت ............ 16
- شام کا پہلا سفر (بحیرا راہب) ............ 17
- شام کا دوسرا سفر (سامان خدیجہ) ............ 17
- ام المومنین خدیجہ سے نکاح ............ 18
- اولاد النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ............ 19
- کعبہ کی تعمیر ............ 20
- آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت اور وحی کا نزول ............ 21
- وضوء اور دو رکعات نماز ............ 23
- جنوں کو ستاروں سے مارا جانا ............ 24


## دعوت کے ادوار


- سری دعوت ............ 24
- جہری دعوت ............ 25

❁ ہجرت حبشہ ........ 26

❁ پہلی ہجرتِ حبشہ (12 مرد، 4 عورتیں) ........ 26

❁ دوسری ہجرت حبشہ (83 مرد، 18 عورتیں) ........ 28

❁ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ........ 28

❁ غم ہی غم ........ 30

❁ چچا ابو طالب کی وفات ........ 30

❁ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ........ 30

❁ نصیبین کے جنوں کا واقعہ ........ 31

❁ حضرت سودة رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 32

❁ ام المؤمنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 33

❁ اسراء والمعراج اور نماز کی فرضیت ........ 33

❁ پہلی بیعت عقبہ ........ 35

❁ دوسری بیعت عقبہ ........ 36

## ہجرت طیبہ

❁ ہجرت کی اجازت ........ 38

❁ مدینہ میں داخلہ ........ 38

## پہلی ہجری کے واقعات

❁ حضر نمازوں کی تکمیل ........ 41

❁ قباء میں تشریف آوری ........ 41

❁ مسجد نبوی کی طرف ........ 43

❁ مسجد نبوی کی تعمیر ........ 44

❁ ازواج مطہرات کے حجرے ........ 45

❁ مہاجرین حبشہ کی واپسی ........ 45

❁ صحابہ میں بھائی چارگی ........ 46

❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ........ 47

❁ اذان کی مشروعیت ........ 47

❁ غزوہ ابواء ........ 48


## دوسری ہجری کے واقعات


❁ غزوہ بواط / اوطاس ........ 49

❁ غزوہ بدر الاولیٰ الصغری ........ 49

❁ تحویلے قبلہ ........ 49

❁ غزوہ ذی العشیرہ ........ 51

❁ روزوں کی فرضیت ........ 51

❁ غزوۃ البدر الکبری ........ 53

❁ زکاۃ الفطر کی فرضیت ........ 55

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہ کی وفات ........ 56

❁ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ........ 56

❁ نبی کے چچا عباس بن عبد المطلب کا اسلام ........ 56

❁ غزوۃ بنی قینقاع ........ 57
❁ قربانی کی مشروعیت ........ 58
❁ غزوہ سویق ........ 59
❁ غزوہ قرقراء ........ 59

## تیسری ہجری کے واقعات

❁ غزوہ غطفان ........ 60
❁ غزوہ بنو سلیم ........ 60
❁ ام کلثوم کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے ........ 61
❁ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 61
❁ ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 62
❁ غزوہ احد ........ 62
❁ غزوہ حمراء الاسد ........ 65
❁ شراب کی حرمت ........ 65
❁ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ........ 66

## چوتھی ہجری کے واقعات

❁ غزوہ بنی نضیر ........ 68
❁ ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ........ 69
❁ ام المومنین ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 69
❁ ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 70

❁ غزوه بدر الموعد ........ 70
❁ غزوه احزاب ........ 70
❁ غزوه بنو قریظہ ........ 73
❁ غزوہ ذات الرقاع ........ 74
❁ صلاۃ الخوف ........ 75
❁ صلاۃ القصر ........ 76
❁ آیۃ الحجاب ........ 76
❁ تیمم کا حکم ........ 77
❁ دو یہودیوں کو رجم کرنا ........ 78
❁ حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ........ 79

## پانچویں ہجری کے واقعات

❁ غزوہ بنی المصطلق ........ 80
❁ واقعہ افک ........ 81
❁ غزوہ دومۃ الجندل ........ 82
❁ ام المومنین جویریۃ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 83
❁ ریحانہ سے عقد نکاح ........ 83

## چھٹی ہجری کے واقعات

❁ بنو لحیان رجیع کا واقعہ ........ 84
❁ استسقاء کا واقعہ ........ 85

❁ غزوہ ذو قرد ........ 86
❁ عمرے سے روکے جانے کا واقعہ ........ 86
❁ بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ ........ 87
❁ ریحانہ سے تعلق ........ 88
❁ حج کی فرضیت ........ 88

## ساتویں ہجری کے واقعات

❁ فتح خیبر ........ 89
❁ گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہوا ........ 91
❁ نکاح متعہ کو حرام کیا گیا ........ 92
❁ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 92
❁ آپ ﷺ کو زہر دینے کا واقعہ ........ 93
❁ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 94
❁ حبشہ کے مہاجرین کی واپسی ........ 94
❁ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ........ 95
❁ امت کے محدث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا اسلام ........ 95
❁ صلح حدیبیہ والے عمرے کی قضاء ........ 96
❁ ملوک کے پاس قاصدوں کا بھیجا جانا ........ 98
❁ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ........ 98

## آٹھویں ہجری کے واقعات


- سریہ موتہ ........ 99
- فتح مکہ ........ 100
- غزوہ حنین ........ 102
- غزوہ طائف ........ 104
- جعرانہ سے عمرہ ........ 105
- آپ ﷺ کی بیٹی زینب کی وفات ........ 105
- آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی پیدائش ........ 106
- ام المومنین سودہ کا حقوق سے دستبرداری ........ 106
- آپ ﷺ کے لئے منبر کا بنایا جانا ........ 107
- عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ کا حج ........ 107


## نویں ہجری کے واقعات


- غزوہ تبوک ........ 109
- مسجد الضرار کو گرایا گیا ........ 111
- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا گیا ........ 112
- عام الوفود ........ 113
- آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلاء کیا ........ 115
- نجاشی کی وفات اور جنازہ ........ 116

## دسویں اور آخری ہجری کے واقعات


- ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی وفات ..... 117
- حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ..... 118
- حجۃ الوداع ..... 119
- ریحانہ کی وفات ..... 120
- وفات النبي ﷺ ..... 121

# مقدمہ

**بسم الله، الحمد لله والصلاة والسلام على نبينا محمد وآله وصحبه اجمعين۔**

نبی اکرم ﷺ سے محبت بندہِ مومن کے ایمان کا لازمی جزو ہے، اور کسی بھی شخصیت سے محبت کا منبع اس شخصیت کا تعارف ہے۔ علاوہ ازیں، قرآن مجید میں اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی زندگی کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے سیرتِ نبوی ﷺ ہمارے دین میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔

سیرتِ نبوی پر مشتمل ایک نظم **الارجوزة الميئية** ہے۔ اس کے ناظم قاضی علی ابن ابي العز الحنفی (المتوفی 792ھ) رحمہ اللہ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ بلاشبہ اہل سنت کے بڑے علماء میں سے تھے، آپ کی کتب امت میں آج تک پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ تعارف میں یہی کہنا کافی ہے کہ آپ **"شارحِ عقیدہ طحاویہ"** کے طور پر مشہور ہیں۔ امام صاحب علماء کی سنت کے مطابق علمِ سیرت کے چیدہ چیدہ مضامین کو نظم کی شکل دی ہے، تاکہ طالب علم اس نظم کو یاد کر سکے۔ اور بلاشبہ صدیوں سے علماء اس منظومہ کو حفظ کرتے آرہے ہیں۔ پس اگر کوئی طالب علم یہ یاد کرے تو یقیناً بہت سا فائدہ سمیٹ لے گا۔

کچھ عرصہ قبل **الناجحون انسٹیٹیوٹ** کے زیر تحت محترم **شیخ عبدالعزیز ناصر حفظہ اللہ** (**فاضل مدینہ یونیورسٹی**) نے اس نظم کی شرح کی تھی۔ راقم کو نہ صرف یہ منظومہ ان سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، بلکہ اللہ کی توفیق سے اس شرح کو کتابی شکل دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بعد ازاں کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بندہ ناچیز نے بعض اضافہ جات بھی کئے ہیں، لیکن کتاب کا بنیادی ماخذ و مصدر شیخ حفظہ اللہ کی شرح ہی تھی۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے، اس کو عام الناس و طلباء علم کے لئے نفع کا باعث بنادے۔ اس کتاب کو ہماری، ہمارے مشائخ والدین کی مغفرت کا سبب بنادے۔

## کتبہ

امان اللہ الافغانی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه وبعد:

قال الناظم رحمه الله:

اَلْحَمْدُ للهِ الْقَدِيمِ الْبَارِي ثُمَّ صَلاَتُهُ عَلَى الْمُخْتَارِ

وَبَعْدُ هَاكَ سِيرَةَ الرَّسُولِ مَنْظُومَةً مُوجَزَةَ الْفُصُولِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو ازل سے ہے، اور خالق ہے

اور درود ہو اس کے چنے ہوئے (نبی ﷺ) پر

اب لو رسول ﷺ کی سیرت

جو نظم کی صورت میں ہے اور مختصر فصول میں ہے

ناظم رحمہ اللہ نے کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کیا ہے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ایسا مبارک کلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا آغاز اس سے ہوتا ہے، نبی ﷺ ہر خطبہ کی ابتداء اس سے کرتے تھے۔ حمد سے مراد کسی کی صفات بیان کرنا اس کی محبت اور عظمت میں۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کے ان افعال کی ثنا ہے جو فضل و عدل کے درمیان دائر ہیں۔ پس ہر پہلو سے کامل حمد کا مستحق وہی ہے۔ تمام تعریفیں اس کے لئے خاص ہیں کیوں کہ تعریف کا اصل مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی کے اندر کوئی خوبی، حسن یا کمال ہے، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لئے بھی حمد (تعریف) کا مستحق بھی وہی ہے۔

اس کے بعد ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا: "القديم الباري" یہاں "القديم" اللہ کے اسماء حسنی میں سے نہیں ہے۔ اگرچہ علماء کے ہاں کثرت سے استعمال ہوتا رہا ہے۔ اسے من باب الإخبار (بطور خبر) ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کا اسم "الأول" اس سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ [الحديد: 3]

(وہی اول ہے، اور آخر ہے، اور ظاہر ہے، اور باطن ہے)

"الباری" سے مراد خالق اور پیدا کرنے والا۔

اس کے بعد آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے جس سے مراد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی ثناو تعریف کرتا ہے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کی بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں۔

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ اللہ کا اپنے بندے پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثناوصفت کا بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپ ﷺ کے لیے دعا کرنا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں یعنی برکت کی دعا۔ (صحيح البخاری: ۴۷۹۷)۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ ایک نظم ہے جس میں سیرتِ رسول جامع الفاظ میں ترتیب وار واقعات کے ساتھ ذکر کیا گیاہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

مَوْلِدُهُ فِي عَاشِرِ الْفَضِيلِ رَبِيعِ الأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ
لَكِنَّمَا الْمَشْهُورُ ثَانِي عَشْرِهِ فِي يَوْمِ الاثْنَيْنِ طُلُوعَ فَجْرِهِ
وَوَافَقَ الْعِشْرِينَ مِنْ نَيْسَانَا وَقَبْلَهُ حَيْنُ أَبِيهِ حَانَا

آپ ﷺ کی ولادت معزز مہینے کی 10 تاریخ کو ہوئی
یعنی ربیع الاول کے مہینے میں،عام الفیل میں (ولادت ہوئی)
لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ یہ 12 تاریخ کو ہوئی
یعنی پیر کے دن،فجر کے وقت
اور یہ اپریل کی 20 تاریخ کے مطابق تھا
اس سے پہلے ہی آپ کے والد کا وفات پاچکے تھے

## پیدائش:

بقول مصنف رحمہ اللہ آپ ﷺ کی پیدائش (۵۷۱،۲۰ ابریل) ۱۰ ربیع الاول، یوم الاثنین، عام الفیل، مکہ مکرمہ میں ہوئی (لیکن شیخ صالح العصیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے ۱۲ ربیع الاول کا قول ذکر ہے، جس کے بعد کسی قول کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی)۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے فرمایا: جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہوگئے۔ امام احمد اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے بھی تقریباً اسی مضمون کی روایت نقل فرمائی ہے۔

صحیح قول کے مطابق پیدائش کے وقت آپ ﷺ کے والد کی وفات ہوچکی تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ عَامَيْنِ غَدَا فَطِيمَا جَاءَتْ بِهِ مُرضِعُهُ سَلِيمَا

حَلِيمَةٌ لِأُمِّهِ وَعَادَتْ بِهِ لِأَهْلِهَا كَمَا أَرَادَتْ

دو سال بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا

آپ کو دودھ پلانے والی (حضرت حلیمہ سعدیہ) سلامت واپس لائیں

حلیمہ آپ کی والدہ کے پاس واپس آئیں

اور انہیں اہل خانہ کے سپرد کیا، جیسا کہ وہ چاہتی تھیں

## رضاعت:

پیدائش کے ایک ہفتہ بعد سب سے پہلے ابولہب کی لونڈی ثُویبہ نے دودھ پلایا۔ ثُویبہ نے آپ ﷺ سے پہلے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو اور ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔

پیدائش کے بعد دستور کے مطابق عبد المطلب نے دودھ پلانے والی دایہ تلاش کی اور نبی ﷺ کو حضرت حلیمہ بنت ابی ذُوَیب کے حوالے کیا۔ یہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک خاتون تھیں۔

عرب کے اس دستور کی وجوہات یہ تھیں:

1- شہری امراض سے دور رکھنا۔

2- جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہونا۔

3- خالص اور ٹھوس عربی زبان سیکھنا۔

رضاعت کے تعلق سے بھائی اور بہن عبد اللہ، انیسہ، حذافہ (یا جذامہ) تھے۔ حذافہ کا لقب شَیماء تھا یہ آپ کو گود کھلایا کرتی تھیں۔ دودھ پلانے کے اس دورانیہ کے بارے میں حضرت حلیمہ السعدیہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اتنی تیزی سے نشو نما پا رہے تھے کہ دوسرا کوئی بچہ اس معاملے میں ان کے مشابہ نا تھا۔ جب آپ ﷺ نے دو سال مکمل کر لئے تو ہم آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئے، لیکن ہم اس کی جو برکت دیکھتے آئے تھے اس وجہ سے ہماری انتہائی خواہش یہی تھی کہ وہ ہمارے پاس رہے چنانچہ ہم نے اس کی ماں سے گفتگو کی۔ میں نے کہا: کیوں نہ آپ اپنے بچے کو میرے پاس ہی رہنے دیں کہ ذرا مضبوط ہو جائے۔ کیونکہ مجھے اس کے متعلق مکہ کی وباء کا خطرہ ہے۔ غرض ہمارے مسلسل اصرار پر انھوں نے بچہ ہمیں واپس دے دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد بھی بنو سعد ہی میں رہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَبَعْدَ شَهْرَيْنِ انْشِقَاقُ بَطْنِهِ     وَقِيلَ بَعْدَ أَرْبَعٍ مِنْ سِنِّهِ

پھر دو مہینے بعد واقعہ شق صدر پیش آیا
اور کہا گیا کہ یہ واقعہ آپ کی عمر چار سال تھی تب پیش آیا

## شق صدر کا پہلا واقعہ:

ولادت کے دوسرے سال (دو سال اور دو مہینے) شق صدر سینہ مبارک چاک کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ چوتھے سال پیش آیا تھا۔

اس کی تفصیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل آئے جبکہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، انہوں نے آپ کو پکڑا، نیچے لٹایا، آپ کا سینہ چاک کیا اور دل نکال لیا، پھر اس سے ایک لوتھڑا نکالا اور کہا: "یہ آپ (کے دل میں) سے شیطان کا حصہ تھا۔" پھر اس (دل) کو سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو جوڑا اور اس کی جگہ پر لوٹا دیا، بچے دوڑتے ہوئے آپ کی والدہ، یعنی آپ کی رضاعی ماں کے پاس آئے اور کہا: "محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔" (یہ سن کر لوگ دوڑے) تو آپ کے سامنے سے آتے ہوئے پایا، آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اس سلائی کا نشان آپ کے سینے پر دیکھا کرتا تھا۔" (صحیح مسلم: 413)

اس واقعے سے حلیمہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انھوں نے آپ کو آپ کی ماں کے حوالے کر دیا چنانچہ آپ چھ سال کی عمر تک والدہ ہی کی آغوش محبت میں رہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ سِتٍّ مَعَ شَهْرٍ جَا    وَفَاةُ أُمِّهِ عَلَى الْأَبْوَاء

اور چھ سال ایک مہینہ کے بعد

آپ کی والدہ کا انتقال مقام ابواء پر ہوا

## ماں کی وفات:

آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب تھا اور آپ قبیلہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کا ارادہ ہوا کہ اپنے متوفی شوہر کی یاد میں یثرب جا کر ان کی قبر کی زیارت کریں۔ چنانچہ وہ اپنے یتیم بچے محمد ﷺ، اپنی خادمہ اُم ایمن، اپنے سرپرست عبد المطلب (جن کا اصل نام شیبہ تھا)، اور ان کے ننھال [بنو عدی بن نجار کے لوگ] کی معیت میں تقریباً پانچ سو کیلو میٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ تشریف لے گئیں اور وہاں ایک ماہ تک قیام کر کے واپسی کی راہ پکڑی۔ لیکن ابتداء سفر میں بیماری نے آلیا۔ پھر یہ بیماری شدت اختیار کرتی گئی یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں پہنچ کر رحلت کر گئیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَجَدُّه لِلْأَبِ عَبْدُ الْمُطَّلِب    بَعْدَ ثَمَانٍ مَاتَ مِنْ غَيْرِ كَذِب

اور آپ کے دادا عبد المطلب نے پرورش کی

آٹھ سال بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا، یہ بات یقینی ہے

## دادا(عبد المطلب) کی وفات:

عبد المطلب قبیلہ قریش کی معزز شخصیت اور مقبول رہنما تھے اور آپ سے انتہائی محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے تھے، ایک دن اپنے پوتے کو لے کر مکہ پہنچے۔ آپ ﷺ کی عمر ابھی صرف آٹھ سال تھی (یعنی ماں کی وفات کے دو سال بعد) کہ دادا عبد المطلب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ ان کا انتقال مکہ میں ہوا اور وہ وفات سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو، جو آپ کے والد عبد اللہ کے سگے بھائی تھے، آپ ﷺ کی کفالت کی وصیت کر گئے تھے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ أَبُو طَالِبِ الْعَمُّ كَفَلْ   خِدْمَتَهُ ثُمَّ إِلَى الشَّامِ رَحَلْ
وَذَاكَ بَعْدَ عَامِهِ الثَّانِي عَشَرْ   وَكَانَ مِنْ أَمْرِ بَحِيرَا مَا اشْتَهَرْ
وَسَارَ نَحْوَ الشَّامِ أَشْرَفُ الْوَرَى   فِي عَامِ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ اذْكُرَا
لِأُمِّنَا خَدِيجَةٍ مُتَّجِرَا   وَعَادَ فِيهِ رَابِحًا مُسْتَبْشِرَا

پھر آپ کے چچا ابو طالب نے کفالت کی

یہ آپ کی عمر کے بارہویں سال کے بعد کا واقعہ ہے

اور بحیرا راہب کے واقعے کو شہرت حاصل ہوئی

آپ، جو تمام انسانوں میں افضل ہیں، شام کی طرف روانہ ہوئے

یہ سفر آپ نے 25 برس کی عمر میں کیا

یاد رکھو ہماری ماں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ تجارت کے لیے

اور نفع کما کر خوشی کے ساتھ واپس آئے

## چچا ابو طالب کی کفالت:

نبی کریم ﷺ کے چچا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف بن عبد المطلب تھا۔ انھوں نے اپنے بھتیجے کا حق کفالت بڑی خوبی سے ادا کیا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصے تک قوت پہنچائی اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا اور آپ ﷺ ہی کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کی۔

## شام کا پہلا سفر (بحیرا راہب):

جب آپ کی عمر ۱۲ سال ہو گئی تو ابو طالب آپ کو ساتھ لے کر تجارت کے لیے ملک شام کے سفر پر نکلے اور بصریٰ پہنچے۔ بصریٰ ملک شام کا ایک مقام، اور حوران کا مرکزی شہر ہے۔ اس شہر میں جرجیس نامی ایک راہب رہتا تھا، جو بحیرا کے لقب سے معروف تھا۔ جب قافلے نے وہاں پڑاؤ ڈالا تو یہ راہب اپنے گرجا سے نکل کر قافلے کے اندر آیا اور اس کی میزبانی کی حالانکہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں نکلتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اوصاف کی بنا پر پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ سید العالمین ہیں۔ اللہ انہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گا۔ ابو طالب نے کہا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا تم لوگ جب گھاٹی کے اس جانب نمودار ہوئے تو کوئی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ کے لیے جھک نہ گیا ہو اور یہ چیزیں نبی کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ نہیں کرتیں۔ پھر میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو کندھے کے نیچے کری (نرم ہڈی) کے پاس سیب کی طرح ہے اور ہم ان کا ذکر اپنی کتابوں میں بھی پاتے ہیں۔ اس کے بعد بحیرا راہب نے ابو طالب سے کہا کہ انہیں واپس بھیج دو ملک شام نہ لے جاؤ، کیونکہ یہود سے خطرہ ہے۔ اس پر ابو طالب نے بعض غلاموں کی معیت میں آپ کو مکہ واپس بھیج دیا۔

## شام کا دوسرا سفر (سامان خدیجہ):

۲۵ سال کی عمر ہوئی تو حضرت خدیجہ کا مال لیکر تجارت کے لئے ملک شام تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد ایک معزز مالدار تاجر خاتون تھیں لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لئے دیتی تھیں اور مضاربت (ایک کا مال اور دوسرے کی محنت) کے اصول پر ایک حصہ طے کر لیتی تھیں۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کی راست گوئی، امانت اور مکارم اخلاق کا علم ہوا تو انہوں نے ایک پیغام کے ذریعے پیشکش کی کہ آپ ﷺ ان کا مال لیکر تجارت کے لئے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف

لے جائیں۔ وہ دوسرے تاجروں کو جو دیتی ہیں اس سے بہتر اجرت آپ کو دینگی۔ آپ نے یہ پیشکش قبول کر لی اور انکا مال لے کر انکے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے گئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَكَانَ فِيهِ عَقْدُهُ عَلَيْهَا    وَبَعْدَهُ إِفْضَاؤُهُ إِلَيْهَا

اسی سال آپ ﷺ کا ان سے نکاح ہوا

اور پھر ان کی رخصتی عمل میں لائی گئی

## ام المومنین خدیجہ سے نکاح:

جب آپ ﷺ مکہ واپس تشریف لائے اور حضرت خدیجہ نے اپنے مال میں ایسی امانت وبرکت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور ادھر ان کے غلام میسرہ نے آپ ﷺ کی بہت تعریفیں کیں۔ اس سے پہلے بڑے بڑے سردار اور رئیس ان سے شادی کے خواہاں تھے لیکن انہوں نے کسی کا پیغام قبول نہ کیا تھا۔ اب انہوں نے اپنے دل کی بات اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ سے کی اور نفیسہ نے جا کر نبی ﷺ سے گفت وشنید کی۔ آپ راضی ہو گئے اور اپنے چچاؤں سے اس معاملے میں بات کی۔ انہوں نے حضرت خدیجہ کے چچا سے بات کی اور شادی کا پیغام دیا۔ اس کے بعد شادی ہو گئی۔ یہ ملک شام کی واپسی کے دو ماہ بعد کی بات ہے اس وقت ام المومنین کی عمر ۴۰ سال تھی (ابن اسحاق اور بعض دیگر سیرت نگاروں نے ۲۸ کو تقویت دی ہے)۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَوِلْدُهُ مِنْهَا خَلاَ إِبْرَاهِيمْ    فَالْأَوَّلُ الْقَاسِمُ حَازَ التَّكْرِيمْ
وَزَيْنَبٌ رُقَيَّةٌ وَفَاطِمَةْ    وَأُمُّ كُلْثُومٍ لَهُنَّ خَاتِمَةْ
وَالطَّاهِرُ الطَّيِّبُ عَبْدُ اللهِ    وَقِيلَ كُلُّ اسْمٍ لِفَرْدٍ زَاهِي

وَالْكُـلُّ فِي حَيَـاتِـهِ ذَاقُوا الْحِمَـامْ    وَبَعْـدَهُ فَـاطِـمَـةٌ بِنِصْـفِ عَـامْ

آپ ﷺ کی تمام اولاد ان سے ہوئی، سوائے ابراہیم کے

سب سے پہلے حضرت قاسم نے یہ شرف حاصل کیا

اور زینب، رقیہ اور فاطمہ (بیٹیاں تھیں)

اور اُمّ کلثوم، ان سب میں آخری تھیں

اور طاہر، طیب اور عبداللہ تھا (یعنی ایک ہی بیٹے کے نام)

اور کہا گیا کہ یہ سب نام الگ الگ بیٹوں کے تھے

اور سب (اولاد) نے ان کی زندگی میں ہی وفات پائی

اور ان کے بعد فاطمہ نے آدھے سال میں وفات پائی

## اولاد النبی ﷺ:

آپ ﷺ کی سب اولاد قبل بعثت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوی، سوائے بیٹے ابراہیم کے جو ماریہ القبطیہ کی بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی اولادوں کے نام یہ ہیں:

1. القاسم
2. زینب
3. رقیة
4. فاطمہ (صحیح بات یہ ہے کہ یہ آخری تھیں)
5. ام کلثوم
6. عبداللہ (ان کے القاب الطیب اور الطاہر تھے کیونکہ یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے)
7. ابراہیم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا باقی سب کا انتقال آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ خَمْسٍ وَثَلاثِينَ حَضَرْ  بُنْيَانَ بَيْتِ اللهِ لَمَّا أَنْ دَثَرْ
وَحَكَّمُوهُ وَرَضُوا بِمَا حَكَمْ  فِي وَضْعِ ذَاكَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ ثَمّ

اور جب وہ 35 برس کی عمر کو پہنچے

تو بیت اللہ کی عمارت گر گئی تھی

تو انہوں نے آپ ﷺ سے فیصلہ لیا اور ان کے فیصلے سے سب راضی ہوئے

اس فیصلے میں کہ حجرِ اسود کو کہاں رکھا جائے

## کعبہ کی تعمیر:

آپ ﷺ کی عمر کا پینتیسواں ۳۵ سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی کہ کعبہ انسانی قد سے صرف کچھ اونچی چار دیواری کی شکل میں تھا، حضرت اسماعیل علیہ سلام کے زمانے ہی سے اس کی بلندی ۹ ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہ تھی۔ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چرا لیا، اس کے علاوہ اس کی تعمیر پر ایک طویل زمانہ گزر چکا تھا عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ اور اسی سال ایک زوردار سیلاب آیا جس کا رخ خانہ کعبہ کی جانب تھا اس کے نتیجے میں خانہ کعبہ کسی بھی لمحے ڈھے سکتا تھا۔ اس لئے قریش مجبور ہو گئے کہ اس کا مرتبہ و مقام برقرار رکھنے کے لئے اسے از سر نو تعمیر کریں۔ اس مرحلے پر قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ اس میں لونڈی کی اجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں ہونے دینگے۔

نئ تعمیر کیلئے پرانی عمارت کو ڈھانا ضروری تھا لیکن کسی کو ڈھانے کی جرت نہیں ہوتی تھی، چنانچہ بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ابتدا کی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کی لیکن دوران تعمیر جب

عمارت حجر اسود تک بلند ہو چکی تو یہ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو۔ ابو امیہ مخزومی (ام سلمہ کے والد، نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سسر) نے یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے سے دوسرے دن جو سب سے پہلے داخل ہو اسے اپنے جھگڑے کا حاکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ کی مشیت کہ اس دن سب سے پہلے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ "هذا الامين رضينا هذا محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ یہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں یہ محمد ہیں۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک چادر طلب کی بیچ میں حجر اسود رکھا اور متنازعہ قبائل کے سرداروں سے کہا کہ آپ سب حضرات چادر کا کنارا پکڑ کر اوپر اٹھائیں انہوں نے ایسا ہی کیا جب چادر حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ بڑا معقول فیصلہ تھا اس پر ساری قوم راضی ہو گئی۔ ادھر قریش کے پاس مال حلال کی کمی پڑ گئی اس لئے انہوں نے شمال کی طرف سے کعبہ کی لمبائی تقریباً چھ ہاتھ کم کر دی یہی ٹکڑا آج حطیم اور حجر کہلاتا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ عَامِ أَرْبَعِينَ أُرْسِلاَ فِي يَوْمِ الاِثْنَيْنِ يَقِينًا فَانْقُلاَ
فِي رَمَضَانَ أَوْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ وَسُورَةُ اقْرَأْ أَوَّلُ الْمُنَزَّلِ

اور چالیس سال کی عمر کے بعد آپ کو مبعوث کیا گیا
پیر کے دن، یقینی طور پر، یہ بات نقل کرو
رمضان میں یا ربیع الاول میں (بعثت ہوئی)
اور اقْرَأْ والی سورت سب سے پہلے نازل ہوئی

## آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت اور وحی کا نزول:

آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنی قوم کے شرک سے بیزار تھے اور آپ کو اس دوران تنہائی محبوب ہو گئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عمر شریف جب چالیس ۴۰ برس کے قریب ہو چلی تو آپ ستو اور پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور کوہِ حراء کے ایک غار میں

جاتے رہتے۔ آپ ﷺ جب یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ ﷺ مکمل رمضان اس غار میں قیام فرماتے۔ آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالی کی عبادت میں گزارتے، کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کار فرما قدرتِ نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ ﷺ کو اپنی قوم کے گھٹیا شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات پر بالکل اطمینان نہ تھا۔ لیکن آپ کے سامنے کوئی واضح راستہ معین طریقہ اور افراط و تفریط کے درمیان میں کوئی ایسی راہ نہ تھی جس پر آپ اطمینان و شرح صدر کے ساتھ رواں دواں ہوسکتے۔ نبی ﷺ کی یہ تنہائی پسندی بھی در حقیقت اللہ تعالی کی ایک تدبیر کا حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالی آپ ﷺ کو آنے والے کارِ عظیم کے لیے تیار کر رہا تھا۔ آپ ﷺ اس خلوت میں ایک ماہ تک کائنات کی آزاد روح کے ساتھ ہم سفر رہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو نبوت سے مشرف کیا گیا یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ چالیس سال کی عمر سن کمال کہلاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی پیغمبروں کی بعثت کی عمر ہے۔ اسی وقت جو سلسلہ شروع ہوا وہ خواب کی شکل تھا آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا۔ اس حالت پر چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے. حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں: آپ ﷺ غار حراء میں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو! آپ نے فرمایا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ جکڑ کر دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ [العلق: 1-3]

(پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمھارا رب نہایت کریم ہے)

❁ قال الناظم رحمه الله:

**ثُمَّ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ عَلَّمَهْ    جِبْرِيلُ وَهْيَ رَكْعَتَانِ مُحْكَمَهْ**

پھر وضو اور نماز آپ ﷺ کو سکھائی گئی
جبرائیل نے سکھائی، اور وہ دو رکعتیں مکمل تھیں

## وضوء اور دو رکعات نماز:

ابتدا میں جو کچھ نازل ہوا اسی میں نماز کا حکم تھا۔ مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں دو رکعت صبح اور دو رکعت شام کی نماز فرض کی۔ مؤلف رحمہ اللہ نے جس روایت کی بنیاد پر وضوء اور دو رکعت نماز کو ذکر کیا ہے وہ روایت قطعاً ثابت نہیں ہے تعداد رکعات کا ثبوت صحیح احادیث سے نہیں ملتا۔

البتہ بعض مفسرین رحمہم اللہ نے:

﴿وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوعِ ٱلشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوبِهَا﴾ [طه : ١٣٠]

(اور اپنے رب کی حمد وثنا بیان کرنے کے لیے تسبیح پڑھیے، آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے)

اس آیت سے مراد طلوع آفتاب سے قبل دو رکعت اور غروب آفتاب سے قبل دو رکعت مراد لیا ہے۔(پنجگانہ نماز کی فرضیت سے پہلے)

اور بعض نے کہا:

﴿قُمِ ٱلَّيۡلَ إِلَّا قَلِيلٗا﴾ [المزمل : ٢] کے پیش نظر تہجد کی نماز فرض تھی۔

(رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی رات آرام کر لیا کرو)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنا تو یقینی ہے لیکن تعدد رکعات اور وقت کا تعین ثابت نہیں ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ مَضَتْ عِشْرُونَ يَوْمًا كَامِلَةْ    فَرَمَتِ الْجِنَّ نُجُومٌ هَائِلَةْ

پھر بیس دن پورے گزرے
توجنات پر (آسمان سے) خوفناک ستارے برسنے لگے

## جنوں کو ستاروں سے مارا جانا:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جن آسمان کی طرف چڑھ کر وحی سننے جایا کرتے تھے اور جب وہ ایک بات سن لیتے تو اس میں اور بڑھا لیتے تو جو بات وہ سنتے وہ تو حق ہوتی لیکن جو بات وہ اس کے ساتھ بڑھا دیتے وہ باطل ہوتی اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث فرما دیئے گئے تو ان جنوں کو ان کی نشست گاہوں سے روک دیا گیا تو انہوں نے اس بات کا ذکر ابلیس سے کیا اس سے پہلے انہیں تارے پھینک پھینک کر نہ مارا جاتا تھا، ابلیس نے کہا: زمین میں کوئی نیا حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے جبھی ایسا ہوا ہے، اس نے پتا لگانے کے لیے اپنے لشکر کو بھیجا، انہیں رسول اللہ ﷺ دو پہاڑوں کے درمیان کھڑے صلاۃ پڑھتے ہوئے ملے۔ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ ابن عباس نے کہا: یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا، وہ لوگ آپ سے ملے اور جا کر اسے بتایا، پھر اس نے کہا یہی وہ حادثہ ہے جو زمین پر ظہور پذیر ہوا۔

# دعوت کے ادوار

## سری دعوت:

بیعثت کے تین سال تک تبلیغ کا کام خفیہ اور انفرادی رہا اور حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پہل دعوت و تبلیغ کا کام پس پردہ انجام دیا جائے تا کہ اہل مکہ کے سامنے اچانک ایک ہیجان خیز صورت حال نہ آجائے۔

بعض اوقات صحابہ کرام گھاٹیوں میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار قریش کے کچھ لوگوں نے دیکھ لیا تو گالم گلوچ اور لڑائی جھگڑے پر اتر آئے، جواباً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسی ضرب لگائی کہ اسکا خون بہہ پڑا اور یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا۔ یہ واضح ہی ہے کہ اگر اس طرح کا ٹکراؤ بار بار ہوتا اور طول پکڑتا تو مسلمانوں کے خاتمے کی نوبت آسکتی تھی۔ عام صحابہ اپنے سارے امور خفیہ انجام دیتے جب کہ رسول اللہ ﷺ کھلم کھلا انجام دیتے تھے۔

کوئی چیز آپ ﷺ کو اس سے روک نہیں سکتی تھی۔ اس دوران آپ ﷺ نے حضرت ارقم بن ابی الارقم المخزومی رضی اللہ عنہ کے مکان کا انتخاب کیا جہاں وہ جمع ہوا کرتے تھے۔ ان کے مکان کو انتخاب کرنے کی کچھ وجوہات تھیں:

1- یہ کم عمر صحابی تھے۔

2- یہ بنو مخزوم (ابو جہل کے قبیلے) سے تھے تو شک کی گنجائش کم تھی۔

3- ان کا مکان کوہ صفا پر سرکشوں کی نگاہوں اور ان کی مجلسوں سے دور الگ تھلگ واقع تھا۔

اسی دوران حضرت ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابو ذر! اس معاملے کو پس پردہ رکھو اور اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ جب ہمارے ظہور کی خبر ملے تو آجانا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**ثُمَّ دَعَا فِي أَرْبَعِ الْأَعْوَامِ بِالْأَمْرِ جَهْرَةً إِلَى الْإِسْلَامِ**

پھر آپ ﷺ نے چار برس بعد دعوت دی
اسلام کی طرف کھلے عام بلایا

## جہری دعوت:

جہری دعوت کا سلسلہ چوتھے سال کے بعد ہوا۔ اس مرحلے میں سب سے پہلے اللہ نے حکم دیا کہ:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ]

(آپ اپنے نزدیک ترین قرابتداروں کو عذاب الٰہی سے ڈارائیے)

آپ نے قرابت داروں کو جمع کیا اور مشاورت کی اور جیسے ہی نبی کریم ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دوران ابو طالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یہ آواز لگائی: یا صباحاۃ!! (ہائے صبح) یہ سن کر قریش کے قبائل آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے اور آپ ﷺ نے انہیں خدا کی توحید، اپنی رسالت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس آواز کی گونج ابھی مکے کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالی کا ایک اور حکم نازل ہو:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الحجر: ]

(آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کر دیجیے اور مشرکین سے رخ پھیر لیجیے)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شرک کے خرافات واباطیل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واشگاف کرنا شروع کر دیا۔

## ہجرت حبشہ

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَأَرْبَعٌ مِنَ النِّسَا وَاثْنَا عَشَرْ مِنَ الرِّجَالِ الصَّحْبِ كُلٌّ قَدْ هَجَرْ

إِلَى بِلاَدِ الْحُبْشِ فِي خَامِسِ عَامْ وَفِيهِ عَادُوا ثُمَّ لاَ مَلاَمْ

اور چار عورتیں اور بارہ مرد

صحابہ میں سے وہ سب ہجرت کر گئے

حبشہ کی طرف پانچویں سال میں

اسی سال واپس آئے، پھر دوبارہ گئے، کوئی ملامت نہیں

## پہلی ہجرتِ حبشہ (12 مرد، 4 عورتیں):

یہ واقعہ پانچویں سال کا ہے جب جہری دعوت کا آغاز ہو چکا تھا مسلمانوں کے لئے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا تھا اور انہیں ان مشکلوں سے نجات کی تدبیر سوچنے کیلئے مجبور ہو جانا پڑا۔ ان ہی تاریک اور سنگین حالات میں سورۃ کہف نازل ہوئی۔ چنانچہ اصحاب کہف کے واقعے میں یہ درس موجود ہے کہ جب دین اور ایمان خطرے میں ہو تو کفر و ظلم کے مراکز سے ہجرت کے لئے تن بہ تقدیر نکل جانا چاہیئے۔ ارشاد ہے:

﴿وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا﴾

[الکہف : ]

(اور جب تم ان سے اور اللہ کے سوا انکے دوسرے معبودوں سے الگ ہوگئے تو غار میں پناہ گیر ہو جاؤ، تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا، اور تمہارے کام کے لئے تمہاری سہولت کی چیز تم کو مہیا کر دے گا)

ادھر رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ اصحمہ نجاشی شاہ حبش ایک عادل بادشاہ ہے۔ وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لئے حبشہ ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ صحابہ نے ارادہ کرلیا اور ان کی اس جماعت میں بارہ مرد اور چار عورتیں جمع ہوگئیں۔ ہجرت میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انکے امیر تھے اور انکے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔

جب یہ صحابہ جاچکے تو کچھ عرصہ بعد واقعہ پیش آیا کہ نبی ﷺ ایک بار حرم تشریف لے گئے، وہاں قریش کا بڑا مجمع تھا، انکے سردار اور بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ آپ ﷺ نے ایک دم اچانک ہی کھڑے ہو کر سورۃ نجم کی تلاوت شروع کردی۔ اچانک شروع کرنے سے ان (مشرکین) کے کانوں میں کلام الہی کی آواز پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے سورۃ کے اواخر میں دل دہلا دینے والی آیات تلاوت فرما کر اللہ کا یہ حکم سنایا کہ:

﴿فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا﴾ [النجم: ]

(اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو)۔

آپ ﷺ نے پڑھتے ساتھ ہی سجدہ فرمایا تو کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ بہرحال مشرکین کے سجدہ کرنے کے اس واقعے کی خبر حبشہ کے مہاجرین کو بھی معلوم ہوئی لیکن اپنی اصلی صورت سے بالکل ہٹ کے، یعنی انہیں یہ معلوم ہوا کہ قریش مسلمان ہوگئے ہیں، چنانچہ انہوں نے مکہ واپسی کی راہ لی لیکن جب اتنے قریب آگئے کہ مکہ ان سے ایک دن سے بھی کم فاصلے پر رہ گیا تو حقیقت آشکار ہوئی۔ اس کے بعد کچھ لوگ تو سیدھے حبشہ پلٹ گئے اور کچھ لوگ چھپ چھپا کر قریش کے کسی آدمی کی پناہ لے کر مکے میں داخل ہوئے۔

قال الناظم رحمه الله:

ثَلَاثَةٌ هُمْ وَثَمَانُونَ رَجُلْ وَمَعَهُمْ جَمَاعَةٌ حَتَّى كَمُلْ
وَهُنَّ عَشْرٌ وَثَمَانٍ ثُمَّ قَدْ أَسْلَمَ فِي السَّادِسِ حَمْزَةُ الْأَسَدْ

وہ تین عورتیں اور تراسی مرد تھے
اور ان کے ساتھ ایک مکمل قبیلہ بھی تھا
اور وہ اٹھارہ عورتیں تھیں، پھر
چھٹے سال حضرت حمزہ شیر خدا اسلام لائے

## دوسری ہجرت حبشہ (83 مرد، 18 عورتیں):

پہلی ہجرت کے بعد ان مہاجرین پر خصوصاً اور مسلمانوں پر عملاً قریش کا ظلم و ستم اور بڑھ گیا اور ان کے خاندان والوں نے انہیں خوب ستایا کیونکہ قریش کو انکے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک کی جو خبر ملی تھی اس پر وہ نہایت چیں بجیں تھے۔ ناچار رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو پھر ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا۔ اس بار قریش پہلے سے چوکنے تھے لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے اس سفر کو آسان بنا دیا، اور وہ دوبارہ حبشہ پہنچ گئے۔

اسی دوران قریش نے عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو جو گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک اہم سفارتی مہم کیلئے منتخب کیا اور بہت سے بہترین تحفے اور ہدیئے دے کر حبشہ روانہ کیا۔ انھوں نے کافی کوشش کی مسلمانوں کو کسی طرح نجاشی کے ہاں بد ظن کرا کر واپس مکہ لے جایا جائے لیکن حضرت جعفر طیار کی فقاہت و ذہانت نے ان کا یہ منصوبہ ناکام بنا دیا، جس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں سے کہا جاؤ اور امن و امان سے رہو، مجھے گوارا نہیں کہ تم میں سے میں کسی آدمی کو ستاؤں، بھلے اس کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔

اسی سفر میں مہاجرین کی ملاقات ابو موسی اشعری سے ہوئی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرنے کی خبر اس وقت پہنچی جب ہم یمن میں تھے، اس لیے ہم بھی مہاجرین کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے

روانہ ہوئے۔ میں تھا(یعنی کے ابو موسی اشعری خود) اور میرے دو بڑے بھائی ان میں سے ایک 'ابو بردہ' اور دوسرا 'ابو رھم' تھا۔

ہماری قوم کے باون یا ترپن افراد تھے۔ ہم کشتی میں سوار ہوئے جس نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ پہنچادیا۔ وہاں اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ہوگئی۔ حضرت جعفر نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجاہے اور یہاں رہنے کا حکم دیاہے، لہذا تم بھی ہمارے ساتھ رہو، چنانچہ ہم بھی وہاں ان کے ساتھ مقیم ہوگئے یہاں تک کہ ہم سب اکھٹے مدینہ طیبہ آئے۔ ہماری ملاقات رسول اللہ سے اس وقت ہوئی جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔

## حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

ان کے اسلام لانے کا واقعہ نبوت کے چھٹے سال کا ہے۔ ابتداءً حضرت حمزہ کا اسلام محض اس حمیت کے طور پر تھا کہ ان کے عزیز کی توہین کیوں کی گئی۔ لیکن پھر اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا اور مسلمانوں نے ان کی وجہ سے بڑی عزت و قوت محسوس کی۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ ایک روز ابو جہل کوہِ صفا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی اور سخت الفاظ کہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، اور کچھ بھی نہ کہا لیکن اس خبیث نے آپ ﷺ کے سر پر ایک پتھر دے مارا، جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون بہہ نکلا۔ پھر وہ خانہ ٔ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ عبد اللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ کمان حمائل کئے (شیر کا شکار کر آئے تھے) واپس تشریف لائے تو اس نے ان سے ابو جہل کی ساری حرکت کہہ سنائی۔ حضرت حمزہ غصے سے بھڑک اٹھے، یہ قریش کے سب سے طاقتور اور مضبوط جوان تھے۔ ماجرا سن کر کہیں ایک لمحہ رکے بغیر دوڑتے ہوئے اور یہ تہیہ کئے ہوئے آئے کہ جوں ہی ابو جہل کا سامنا ہوگا، اس کی مرمت کر دیں گے۔ چنانچہ مسجد حرام میں داخل ہو کر سیدھے اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور بولے: او سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان سے اس زور کی مار ماری کہ اس کے سر پر بدترین قسم کا زخم آگیا۔ اس پر ابو جہل کے قبیلے بنو مخزوم اور حضرت حمزہ کے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے۔ لیکن ابو جہل نے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ ابو عمارہ کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت بُری گالی دی تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ تِسْعٍ مِنْ سِنِي رِسَالَتِهْ     مَاتَ أَبُو طَالِبَ ذُو كَفَالَتِهْ
وَبَعْدَه خَدِيجَةٌ تُوُفِّيَتْ     مِنْ بَعْدِ أَيَّامٍ ثَلاَثَةٍ مَضَتْ

اور نبوت کے نویں سال

حضرت ابو طالب، آپ ﷺ کے کفیل، وفات پا گئے

اور ان کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا

تین دن گزرنے کے بعد ان کا وصال ہوا

## غم ہی غم:

بہت قریب وقت میں آپ ﷺ پر سخت حالات آن پڑھے تھے۔ چاچا ابو طالب جو گھر سے باہر آپ ﷺ کے غم خواہ تھے اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنھا گھر کے اندر آپ ﷺ کی غم خوار تھیں۔ ان دونوں کی موت سے آپ ﷺ پر دو بڑی بھاری مصیبتیں آپڑی تھیں۔

کچھ مورخین نے اسے غم کا سال کہا ہے جب کہ یہ صحیح بات نہیں کیونکہ مورخ کبیر ابن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی اسے ذکر نہیں کیا ہے اور کسی صحابی یا تابعی سے بھی منقول نہیں بلکہ یہ سلسلہ تین چار صدیوں بعد جاری ہوا جسے اخباریوں نے وضع کیا۔ اور شرعا بھی حزن مذموم چیز ہے تو کیسے نبی ﷺ اس چیز کو اپنے لیے پسند کرینگے۔

## چچا ابو طالب کی وفات:

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کو نویں سال میں ذکر کیا ہے لیکن جمہور کے مطابق ان کی وفات دسویں سال میں ہوئی تھی۔ دراصل ابو طالب کافی بیمار تھے اور مرض بڑھتا جارہا تھا جس کے چلتے بالآخر وہ انتقال کر گئے۔

صحیح بخاری میں حضرت مسیب سے مروی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں ابو جہل بھی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاچا جان آپ ''لا الہ الّا اللہ'' کہہ دیجیے۔ بس ایک کلمہ جس کے

ذریعے میں اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت پیش کر سکوں۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا: ابو طالب! کیا عبد المطلب کی ملت سے رُخ پھیر لو گے؟ پھر یہ دونوں برابر ان سے بات کرتے رہے یہاں تک کہ آخری بات جو ابو طالب نے لوگوں سے کہی یہ تھی کہ "عبد المطلب کی ملت پر"۔

## حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

جناب ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد (بعض مورخین نے چھ ماہ بعد وفات کو ترجیح دی ہے) حضرت ام المومنین خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا بھی رحلت فرما گئیں۔ اس وقت وہ ۶۵ برس کی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی پچاسویں منزل میں تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی جان ومال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی وغمگساری کرتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں، جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انھوں نے میری تصدیق کی، جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انھوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ دی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ خَمْسِينَ وَرُبْعٍ أَسْلَمَا جِنُّ نَصِيبِينَ وعَادُوا فَاعْلَمَا

پچاس برس اور تین ماہ کے بعد
جناتِ نصیبین ایمان لائے اور واپس گئے، جان لیں

## نصیبین کے جنوں کا واقعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچاس ۵۰ سال اور تین ماہ کے ہوئے تو نصیبین علاقے (ترکی میں ایک جگہ) کے جنوں کا واقعہ پیش آیا۔ سفر طائف سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کی راہ پر مزید پیش قدمی فرمائی اور وادی نخلہ میں جافروکش ہوئے۔ وادئ نخلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام چند دن رہا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنوں کی ایک جماعت بھیجی۔ یہ جن آپ کے پاس

فجر کے وقت آئے جب آپ ﷺ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور واپس اپنے علاقے کی طرف لوٹ گئے اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ نے سورۃ الجن میں کیا ہے؛

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ○ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾

[الجن : 1۔2]

(آپ کہہ دیں: میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور باہم کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کرسکتے)۔ (پندرہویں آیت تک)

جنوں کی یہ آمد پہلی بار ہوئی تھی اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد ان کی آمد و رفت ہوتی رہی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ عَلَى سَوْدَةَ أَمْضَى عَقْدَهْ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ كَانَ بَعْدَهْ
عَقْدُ ابْنَةِ الصِّدِّيقِ فِي شَوَّالِ، وَبَعْدَ خَمْسِينَ وَعَامٍ تَالِ
أُسْرِيْ بِهِ وَالصَّلَوَاتُ فُرِضَتْ خَمْسًا بِخَمْسِينَ كَمَا قَدْ حُفِظَتْ

پھر آپ ﷺ نے حضرت سودہ سے نکاح

رمضان میں، اور اس کے بعد

حضرت صدیق اکبر کی بیٹی سے نکاح شوال میں ہوا

اور پچاس سال اور ایک سال کے بعد (یعنی 51 سال کی عمر میں)

آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی اور نمازیں فرض ہوئیں

پانچ وقت کی نمازیں، پچاس (نمازوں) کے اجر کے ساتھ، جیسا کہ روایت میں ہے

## حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کو رمضان کے مہینے میں ذکر کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ یہ ابتدائی دور میں مسلمان ہوگئی تھیں اور دوسری ہجرتِ حبشہ کے موقع پر ہجرت بھی کی تھی۔ ان کے شوہر کا نام سکران بن عمرو تھا۔ وہ بھی قدیم الاسلام تھے اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے انہی کی رفاقت میں حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی لیکن وہ حبشہ ہی میں، جبکہ بعض مورخین کے مطابق مکہ واپس آکر انتقال کر گئے، اس کے بعد جب سیدہ سودہ کی عدت ختم ہوگئی تو نبی ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام دیا اور پھر شادی ہوگئی۔ یہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد پہلی بیوی ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے شادی کی۔

## ام المؤمنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

شوال ۱۱ نبوت میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی، پھر ہجرت کے پہلے سال شوال ہی کے مہینہ میں مدینہ کے اندر ان کی رخصتی ہوئی اور اس وقت ان کی عمر نو برس تھی۔ اسی لئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا شوال میں نکاح کو مستحب جانتی تھیں۔

### آپکے چند فضائل:

1- آپ ازواج مطہرات میں سے واحد کنواری بیوی تھیں۔
2- آپ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔
3- آپکا نکاح خصوصی اللہ کے حکم سے عمل میں آیا جو آپ ﷺ کو خواب کے ذریعہ بتایا گیا تھا۔
4- آپکے فراش پر نبی ﷺ کی وفات ہوئی۔
5- آپ سب سے افضل ترین خواتین میں سے ایک ہیں۔
6- آپکا حجرۃ وحی کے نزول کی جگہ تھی۔
7- اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپکی پاک دامنی کی گواہی دی۔

آپ علی الاطلاق عورتوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں۔

## اسراء و معراج اور نماز کی فرضیت:

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کو نبوت کے گیارویں سال میں ذکر کیا ہے (یعنی ہجرت سے دو سال قبل)۔ اس واقعہ سے پہلے آپ ﷺ کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑھا جیسے سفر طائف، شعب ابی طالب، چاچا ابو طالب کی وفات اور اس کے بعد ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنھا کی وفات جس کے بعد آپ ﷺ کی دل جوئی کے لئے اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آپ کے جسم مبارک سمیت بُراق پر سوار کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی پھر آپ ﷺ نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور بُراق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔ اسی رات آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمان دنیا تک لے جایا گیا اور سات آسمانوں کی سیر کرائی گئی جہاں آپ کی انبیا علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔

پھر آپ کو اللہ جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ جس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کہنے پر آپ ﷺ نے اللہ سے ان نمازوں کو کم کرایا یہاں تک کے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔

اس دفعہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شق صدر سینہ چاک کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اور یہ دوسری باری تھی (کچھ مورخین تیسری باری کا بھی ذکر کرتے ہیں جس میں بعثت کے وقت بھی اس طرح کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے)۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَالْبَيْعَـةُ الْأُولَى مَعَ اثْنَيْ عَشَـــرَا مِنْ أَهْـلِ طَيْبَـةَ كَمَـا قَـدْ ذُكِرَا**

پہلی بیعت بارہ (افراد) کے ساتھ ہوئی

جو اہل طیبہ (مدینہ) میں سے تھے، جیسا کہ ذکر کیا گیا

## پہلی بیعت عقبہ:

آپ ﷺ ہجرت سے قبل کے آخری سالوں میں حج کے زمانہ میں جب اشخاص وقبائل سے ملتے تو ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے۔ اسی دعوت کے چلتے نبوت کے گیارہویں سال موسم حج میں یثرب کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ اپنی قوم میں جاکر آپ ﷺ کی رسالت کی تبلیغ کریں گے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال موسم حج آیا تو دوبارہ یہ چھ آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب کو چھوڑ کر باقی پانچ وہی تھے جو پچھلے سال بھی آچکے تھے اور ان کے علاوہ سات آدمی نئے تھے جن کے نام یہ ہیں:

1- معاذ بن الحارث، ابن عفراء قبیلۃ بنی النجار (خزرج)
2- ذکوان بن عبد القیس، قبیلۃ بنی زریق (خزرج)
3- عبادہ بن صامت، قبیلۃ بنی غنم (خزرج)
4- یزید بن ثعلبہ، قبیلۃ بنی غنم کے حلیف (خزرج)
5- عباس بن عبادہ بن نضلہ، قبیلۃ بنی سالم (خزرج)
6- ابو الہیثم بن التیہان، قبیلۃ بنی عبد الاشہل (اوس)
7- عویم بن ساعدہ، قبیلۃ بنی عمرو بن عوف (اوس)
8- اسعد بن زُرارہ، قبیلۃ بنی النّجار (خزرج)
9- عوف بن حارث بن رفاعہ (ابن عَفُراء) (خزرج)
10- رافع بن مالک بن عجلان، قبیلۃ بنی زُریق (خزرج)
11- قطبہ بن عامر بن حدیدہ، قبیلۃ بنی سلمہ (خزرج)
12- عقبہ بن عامر نابی، قبیلۃ بنی حرام بن کعب (خزرج)

ان لوگوں نے رسول اللہ سے منیٰ میں عقبہ کے پاس ملاقات کی اور آپ ﷺ سے چند باتوں پر بیعت کی یہ باتیں وہی تھیں جن پر آئندہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ کے وقت عورتوں سے بیعت لی گئی۔

عَقَبہ کی اس بیعت کی تفصیل صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروگے، چوری نہ کروگے، زنا نہ کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے۔ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ لاؤگے اور کسی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کروگے۔ جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا پھر اسے دنیا ہی میں اس کی سزا دے دی جائے گی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا پھر اللہ اس پر پردہ ڈال دے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ چاہے گا تو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔ حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔ (صحیح البخاری: 6801)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَ ثِنْتَيْنِ وَخَمْسِينَ أَتَى سَبْعُونَ فِي الْمَوْسِمِ هَذَا ثَبَتَا
مِنْ طَيْبَةٍ فَبَايَعُوا ثُمَّ هَجَرْ مَكَّةَ يَوْمَ اثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ صَفَرْ

اور (نبی ﷺ) کی عمر کے ۵۲ سال آئے

ستر افراد حج کے موسم میں آئے، یہ بات ثابت ہے

وہ طیبہ (مدینہ) سے تھے، بیعت کی اور پھر ہجرت ہوئی

مکہ سے پیر کے دن، صفر کے مہینے میں ہوئی

## دوسری بیعت عقبہ:

نبوت کے تیرہویں سال یثرب (مدینہ) کے ستر سے زیادہ مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ تشریف لائے۔ یہ مکے کے راستے ہی میں تھے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو یوں ہی مکے کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوفزدہ کیے جاتے چھوڑے رکھیں گے؟ کافی بات چیت کے بعد آخر کار اس بات پر اتفاق ہو

گیا کہ دونوں فریق منی میں جمرہ اولی، یعنی جمرہ عقبہ کے پاس جو گھاٹی ہے اسی میں جمع ہوں اور یہ اجتماع رات کی تاریکی میں بالکل خفیہ طریقے پر ہو۔

سب گھاٹی میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے اور آخر وہ لمحہ آ ہی گیا جب آپ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب بھی تھے۔ وہ اگرچہ ابھی تک اپنی قوم کے دین پر تھے مگر چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے معاملہ میں موجود رہیں اور ان کے لیے پختہ اطمینان حاصل کر لیں۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تلاوت، اللہ کی طرف دعوت اور اسلام کی ترغیب دینے کے بعد فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اس چیز سے میری حفاظت کروگے جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس پر حضرت براء بن معرور نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! ہم یقیناً اس چیز سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، لہذا اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے بیعت لیجئے۔ ہم اللہ کی قسم! جنگ کے بیٹے ہیں اور ہتھیار ہمارا کھلونا ہے۔ ہماری یہی ریت باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ حضرت براء رسول اللہ ﷺ سے بات کر ہی رہے تھے کہ ابو الہیثم بن تیہان نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے اور کچھ لوگوں یعنی یہود کے درمیان عہد وپیمان کی رسیاں ہیں اور اب ہم ان رسیوں کو کاٹنے والے ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم ایسا کر ڈالیں پھر اللہ آپ ﷺ کو غلبہ و ظہور عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف پلٹ آئیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، پھر فرمایا: (نہیں) بلکہ آپ لوگوں کا خون میرا خون اور آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں آپ سے ہوں اور آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس سے آپ صلح کریں گے اس سے میں صلح کروں گا۔

اس بیعت کی وجہ سے اللہ تعالی نے انصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ پس جو شخص ان سے محبت کرے اس سے اللہ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالی بغض رکھے گا معلوم ہوا کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان سے دشمنی رکھنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے۔

# ہجرت طیبہ

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَجَاءَ طَيْبَةَ الرِّضَا يَقِينَا إِذْ كَمَّلَ الثَّلاَثَ وَالْخَمْسِينَا
فِي يَوْمِ الاِثْنَيْنِ وَدَامَ فِيهَا عَشْرَ سِنِينَ كَمَلَتْ نَحْكِيهَا

پھر یقینی طور پر طیبہ (مدینہ) میں تشریف لائے
جب آپ ﷺ کی عمر 53 سال مکمل ہو گئی
پیر کے دن، اور وہیں قیام فرمایا
دس سال مکمل مدینہ میں گزارے، ہم اسے بیان کرتے ہیں

## ہجرت کی اجازت:

تیرہویں سال بیعت عقبہ الکبری کے دو ماہ بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھے تمہارا مقامِ ہجرت دکھلایا گیا ہے۔ یہ لاوے کی دو پہاڑوں کے درمیان واقع ایک نخلستانی علاقہ ہے۔ جس کے بعد لوگوں نے مدینے کی جانب ہجرت کی۔ عام مہاجرین حبشہ بھی مدینہ ہی آ گئے۔

دوسری جانب مشرکین نے بھی ان کی روانگی میں رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کیں۔ کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس میں خطرات مضمر ہیں۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو کر نکل گئے اور بال بچوں اور مال و دولت کو لا دپھاند کر اوس و خزرج کے علاقے میں جا پہنچے تو ان میں بڑا کہرام مچا۔ قریش نے آپ ﷺ کی قتل کی سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی (اس سے قبل آپ ﷺ کو اجازت نہیں ملی تھی ہجرت کرنے کی)۔

اس وقت مکہ میں نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے علاوہ ایک بھی مسلمان باقی نہ رہا۔ یہ دونوں حضرات رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حسب ارشاد رکے ہوئے تھے، البتہ کچھ ایسے مسلمان ضرور رہ گئے تھے جنہیں مشرکین نے زبردستی روک رکھا تھا۔

ہجرت میں چار لوگ تھے:

1- ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
2- عامر بن فہیرۃ (ابو بکر صدیق کے غلام)۔
3- عبد اللہ بن أریقط (راستوں کا ماہر تھا)۔
4- اور آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خود۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پانچ واقعات ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن پیش آئے:

1- آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ولادت۔
2- آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بعثت۔
3- معراج کا واقعہ۔ (مشہور قول کے مطابق)
4- آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ہجرت۔
5- آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات۔

## مدینہ میں داخلہ:

ہجرت کر کے جب آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مدینہ میں داخل ہوئے تو وہاں صرف یہودیوں کے قبائل تھے اور انصار کے قبائل تھے۔

یہودیوں کے مشہور قبائل یہ تھے:

1- بنو قینقاع: خزرج کے حلیف تھے اور مدینہ کے اندر آباد تھے۔
2- بنو نضیر: اوس کے حلیف تھے اور مدینہ سے باہر آباد تھے۔

3- بنو قریظہ: اوس کے حلیف تھے اور مدینہ سے باہر آباد تھے۔

مدینہ میں باقاعدہ کوئی حکومت کا قیام نہیں تھا وہاں خانہ جنگی تھی۔ لیکن پھر ہوا یوں کہ انھوں نے عبد اللہ بن ابی ابن سلول کو جنگ بعاث کے بعد اپنا سربراہ بنانے پر اوس و خزرج نے اتفاق کر لیا تھا حالانکہ اس سے قبل دونوں فریق کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوئے تھے لیکن اب اس کے لیے مونگوں کا تاج تیار کیا جا رہا تھا تاکہ اس کے سر پر تاج شاہی رکھ کر اس کی باقاعدہ بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے، یعنی یہ شخص مدینے کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی آمد ہو گئی اور لوگوں کا رخ اس کے بجائے آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔

☆☆☆ ☆☆☆

# پہلی ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

أَكْمَلَ فِي الْأُولَى صَلَاةَ الْحَضَرِ     مِنْ بَعْدِ مَا جَمَّعَ فَاسْمَعْ خَبَرِي

پہلے سال میں حضر کی نماز مکمل کر دی گئی

جب نبی ﷺ نے جمعہ کی نماز قائم کی، سو میری بات سنو

## حضر نمازوں کی تکمیل:

ہجرت کے بعد نماز ظہر، عصر اور عشاء میں اضافہ کا حکم آگیا۔ اس سے پہلے نمازیں دو دو رکعات تھیں۔ جس طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نماز دو دو رکعت فرض کی گئی پھر سفر کی نماز (دو ہی) بر قرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ بَنَى الْمَسْجِدَ فِي قُبَاءِ     وَمَسْجِدَ الْمَدِينَةِ الْغَرَّاءِ

ثُمَّ بَنَى مِنْ حَوْلِهِ مَسَاكِنَهْ     ثُمَّ أَتَى مِنْ بَعْدُ فِي هَذِي السَّنَةْ

پھر قُباء میں مسجد بنائی

اور مدینہ کی نورانی مسجد (مسجد نبوی)

پھر آپ ﷺ نے اس کے آس پاس اپنے گھر بنائے

اور اسی سال بعد میں (کچھ لوگ) آئے

## قباء میں تشریف آوری:

حضرت عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مسلمانان مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سنی تھی۔ اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرہ کی طرف نکل جاتے تھے اور آپ ﷺ کی راہ تکتے رہتے۔ جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس پلٹ آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد واپس پلٹ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس تشریف لا رہے ہیں۔ یوں معلوم پڑتا تھا کہ گویا چاندنی چھٹک رہی ہو۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا: عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب، جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ اور ہتھیار سے سج دھج کر استقبال کے لیے امنڈ پڑے اور حرہ کی پشت پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی بنی عمرو بن عوف (ساکنان قباء) میں شور بلند ہوا اور تکبیر سنی گئی۔ اس وقت آپ ﷺ پر سکینت چھائی ہوئی تھی اور یہ وحی نازل ہو رہی تھی:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾ [التحريم : ]

(اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے آپ کے مددگار ہیں)

ابو بکر رضی اللہ عنہ آنے والوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ انصار کے جو لوگ آتے تھے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا وہ سیدھے جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آگئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چادر تان کر آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قباء میں کلثوم بن ہدم کے مکان میں قیام کیا۔ اسی دوران مسجد قباء کی بنیاد رکھی، اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ جمعہ کو آپ ﷺ حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے بنو نجار کو (جو آپ ﷺ کے ماموؤں کا قبیلہ تھا) اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلوار حمائل کیے حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی معیت میں مدینہ کا رخ کیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ ﷺ نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے، کل ایک سو آدمی تھے۔

مسجد قباء کے چند فضائل:

۱۔یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے۔

۲۔ یہ مسجد تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی۔

۳۔جو گھر سے وضوء کر کے آئے اور دو رکعات نماز ادا کرے اسے عمرے کا اجر ملتا ہے۔

۴۔اللہ کو ان قباء والوں کا یہ عمل پسند آیا جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [التوبہ : ۱۰۸]

(یعنی اس میں آنے والے ایسے لوگ ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ بالکل پاک ہو جائیں اور اللہ کامل پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

یہ آیت اہل قباء کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ پانی سے استنجاء کیا کرتے ہیں۔

## مسجد نبوی کی طرف:

جمعہ کے بعد نبی ﷺ مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ کی اونٹنی قصواء اللہ کی طرف سے مامور تھی چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبوی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نیچے تشریف لائے۔ یہ آپ کے ننہیال والوں یعنی بنو نجار کا محلہ تھا اور یہ اونٹنی کے لیے محض توفیق الٰہی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ ننہیال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنو نجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے عرض معروض شروع کی لیکن ابو ایوب انصاری نے لپک کر کجاوہ اٹھالیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ ادھر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آکر اونٹنی کی نکیل پکڑلی۔ چنانچہ یہ اونٹنی انھی کے پاس رہی۔

## مسجد نبوی کی تعمیر:

اس کے بعد نبی ﷺ کا پہلا قدم یہ تھا کہ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفس نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہوگئے۔ آپ ﷺ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے:

اللهم لا عيش إلا عيش الآخرة　　فاغفر للأنصار والمهاجرة

(اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس انصار و مہاجرین کو بخش دے)

### مسجدِ نبوی کے چند فضائل:

1- اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔
2- اس میں جنت کا ٹکڑا ہے۔ (رياض الجنة)
3- یہ مسجد بھی تقوی کی بنیاد پر بنائی گئی تھی۔

### آپ ﷺ نے تین مساجد کی تعمیر میں آزخود شرکت کی:

1- مسجد الحرام (بعثت سے قبل)۔
2- مسجد قباء۔
3- مسجد النبوی ﷺ۔

## ازواج مطہرات کے حجرے:

آپ ﷺ نے مسجد کے بازو میں چند مکانات بھی تعمیر کیے جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کے تنوں کی کڑیاں دے کر کھجور کی شاخ اور پتوں سے بنائی گئی تھی۔ یہی آپ ﷺ کے ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ان حجروں کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے یہیں منتقل ہو گئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

أَقَلُّ مِنْ نِصْــفِ الَّذِينَ سَــافَرُوا    إِلَى بِلَادِ الْحُبْشِ حِينَ هَـاجَرُوا

وہ لوگ جو حبشہ گئے تھے، ان کے آدھے سے بھی کم

جب وہ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے

## مہاجرین حبشہ کی واپسی:

جو صحابہ دوسری ہجرت حبشہ میں شریک تھے (کل ۱۰۱) افراد تھے ان میں سے تقریباً آدھے مدینہ کی طرف آ گئے جب ان کو آپ ﷺ کی مدینہ ہجرت کی خبر ملی۔ جن میں صحابی رسول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَفِيـهِ آخَى أَشْــرَفُ الْأَخْيَـارِ    بَـيْنَ الْـمُـهَـاجِرِيـنَ وَالْأَنْصَـــارِ

اسی سال سب سے افضل نبی ﷺ نے بھائی چارہ قائم کیا

مہاجرین اور انصار کے درمیان

## صحابہ میں بھائی چارگی:

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبتی قرابتداروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الانفال : ]

(نسبتی قرابتدار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں)۔(یعنی وراثت میں)

تو انصار ومہاجرین میں باہمی توارث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ اللہ تعالی نے انصار کی اس دریادلی کو قرآن میں ذکر کیا:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [الحشر : ٩]

(جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم ہیں یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے۔ اس کی کوئی حاجت اپنے دلوں میں نہیں پاتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ اپنی جگہ ضرورت مند ہوتے ہیں)

مہاجرین نے بھی اسے موقعہ دیکھ کر فائدہ سمیٹنا نہیں چاہا بلکہ ضرورت کے مطابق لیا اور اس پر خوب محنت کی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**ثُمَّ بَنَى بِابْنَةِ خَيْرِ صَحْبِهِ ۔۔۔ وَشَرَعَ الْأَذَانَ فَاقْتَدِ بِهِ**

پھر آپ ﷺ نے اپنے سب سے اچھے صحابی (ابو بکر) کی بیٹی سے رخصتی فرمائی

اور اذان کا حکم دیا، پس اس کی پیروی کرو

## ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب مجھ سے شادی کی تو میری والدہ (ام رومان بنت عامر) میرے پاس آئیں اور مجھے نبی کریم ﷺ کے گھر کے اندر لے گئیں۔ گھر کے اندر قبیلہ انصار کی عورتیں موجود تھیں۔ انہوں نے مجھ کو اور میری ماں کو یوں دعا دی ''بارك وبارك الله'' اللہ کرے تم اچھی ہو تمہارا نصیب اچھا ہو)۔

## اذان کی مشروعیت:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب مسلمان مدینہ آئے تو وہ اکٹھے ہو جاتے اور نمازوں کے اوقات کا انتظار کرتے، کوئی اس کا اعلان نہیں کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی تو بعض نے کہا: کیوں نا عیسائیوں کے گھنٹے کے مانند ایک گھنٹا لے لو اور بعض نے کہا یہود کے قرن جیسا قرن البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایک آدمی ہی کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔ اور آپ نے بلال کو باآواز بلند "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" کہنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان کے کلمات کسی سے سیکھے اور جا کر خواب بیان کیا، اسی کے بعد موجودہ اذان رائج ہوئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَغَزْوَةُ الْأَبْوَاءِ بَعْدُ فِي صَفَرْ   هَذَا وَفِي الثَّانِيَةِ الْغَزْوُ اشْتَهَرْ

اور صفر میں غزوۂ ابواء پیش آیا

اور دوسرے سال غزوات شروع ہو گئے

## غزوہ ابواء:

قیام مدینہ کے بعد یہ پہلی فوجی مہم تھی جس میں رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود تشریف لے گئے تھے۔ غزوہ ابواء کے اس مہم میں ستر مہاجرین تھے اور مدینے میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ مہم قریش کے ایک قافلے کی راہ روکنا تھا۔ آپ ﷺ نکلے اور علاقہ ودان تک پہنچے لیکن کوئی معاملہ پیش نہ آیا، پندرہ دن مدینے سے باہر گزار کر واپس آئے۔ اس مہم کے پرچم کا رنگ سفید تھا اور حضرت حمزہ علمبردار تھے۔ اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے بنو ضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ شروع کے وقت میں آپ صرف مہاجرین کو لے جایا کرتے تھے کیونکہ انصار سے بیعت اندر مدینہ میں حفاظت کی ہوئی تھی باہر اطراف میں نہیں۔ اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ انصار کی تکریم کیا کرتے تھے۔ جنگ بدر الکبری سے قبل کسی بھی غزوے یا سریا میں لڑنے کی نوبت نہیں آئی البتہ آپ ﷺ جہاں جاتے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کرلیتے۔

اس غزوہ کا صفر مہینے میں ہونے کے باوجود مصنف رحمہ اللہ نے پہلے ہجری کے واقعات میں ذکر کیا ہے جب کہ صفر محرم کے بعد آتا ہے اور اس طرح یہ دوسری ہجری میں ہونا چاہیئے تھا لیکن اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ نے مہینوں کا شمار ربیع الاول سے شروع کیا ہے) ان کی گنتی آپ ﷺ کے ربیع الاول میں مدینہ آمد سے شروع ہوتی ہے)۔

☆☆☆ ☆☆☆

# دوسری ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

إِلَى بُـوَاطَ ثُمَّ بَـدْرٍ وَوَجَـبْ تَحَوُّلُ الْقِبْلَـةِ فِي نِصْـفِ رَجَبْ

بُواط، پھر بدر کی طرف روانگی ہوئی اور فرض ہوا

رجب کے مہینے کے نصف میں قبلہ تبدیل کرنا

## غزوہ بواط / اوطاس:

اس مہم میں رسول اللہ ﷺ دوسو ۲۰۰ صحابہ کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جس میں امیہ بن خلف سمیت قریش کے ایک سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔ آپ ﷺ رضوی کے اطراف میں مقام بواط تک تشریف لے گئے لیکن کوئی معاملہ پیش نہ آیا۔ اس غزوہ کے دوران حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا امیر بنایا گیا تھا۔ پرچم سفید تھا علمبر دار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

## غزوہ بدر الاولیٰ الصغریٰ:

اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ کرز بن جابر فہری نے مشرکین کی ایک مختصر سی فوج کے ساتھ مدینے کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور کچھ مویشی لوٹ لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ستر ۷۰ صحابہ کے ہمراہ اس کا تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں واقع وادی سفوان تک تشریف لے گئے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اس غزوہ کے دوران مدینے کی امارت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی۔ عَلَم سفید تھا اور علمبر دار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

## تحویل قبلہ:

جب نبی ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آکر نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی اور آپ دعا بھی کرتے تھے اور بار بار آسمان کی طرف بھی دیکھتے تھے کہ کب کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم آتا ہے۔اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئی:

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة : ]

(ہم دیکھ رہے کہ آپکا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے، اس لیے ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پس آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے)

یہ آیت آئی اور مکہ کی طرف آپ ﷺ نے منہ پھیرا۔ اس پر یہود منافقین اور مشرکین سبھی نے اعتراضات شروع کر دیے کہ اگر وہ پہلا قبلہ درست تھا تو اسے بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ساری مخالفتوں کا ایک ہی جواب دیا کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے۔

امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ تحویلِ قبلہ کا واقعہ جنگ بدر سے دو ماہ قبل ہوا۔ تحویل قبلہ کا یہ حکم نماز عصر کے وقت آیا اور عصر کی نماز خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

مِنْ بَعْدِ ذَا الْعُشَيْرُ يَا إِخْوَانِي وَفَرْضُ شَهْرِ الصَّوْمِ فِي شَعْبَانِ

ذوالعُشیرہ کے بعد، اے بھائیو!
اور شعبان میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔

## غـزوہ ذی العشیرہ:

اس مہم میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ڈیڑھ سو ۱۵۰ مہاجرین تھے۔ مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جو ملک شام جارہا تھا اور اس قافلے میں خاصا مال تھا۔ لیکن آپ ﷺ کے پہنچنے سے کئی دن پہلے ہی قافلہ جاچکا تھا۔ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے بنو مدلج سے عدم جنگ کا معاہدہ کیا۔

ایام سفر میں مدینہ کی سربراہی کا کام حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی نے انجام دیا۔ اس دفعہ بھی پرچم سفید تھا اور علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔

## روزوں کی فـرضیـت:

دوسری ہجری شعبان کے مہینے میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔ اللہ تعالی نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة : ۱۸۳]

(اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ ان پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسے گذشتہ قوموں پر فرض تھے اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیاو آخرت کی ہر بھلائی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ نے نو (9) رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔

روزوں کی فرضیت کے چار مراحل ہیں:

1- سب سے پہلے مرحلے میں صرف عاشورہ کا روزہ اور ہر مہینے ایام بیض کے روزے فرض تھے۔

2- دوسرے مرحلے میں اللہ تعالی نے روزوں کو اختیاری رکھا فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ [البقرة : 184] (اور جنہیں روزے رکھنے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہو، وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلادیں) اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة : 184] (اور روزہ رکھ لینا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو)

3- تیسرے مرحلے میں روزوں کی حتمی فرضیت نازل ہوئی (اختیار باقی نہ رہی): ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة : 185] (پس جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے) اس تیسرے مرحلے میں روزے فرض تو کئے گئے لیکن یہ اہل کتاب کے روزوں کی طرح تھے کہ جس میں اگر غروب آفتاب کے بعد وہ شخص سو جاتا تو اگلے دن غروب آفتاب تک اس پر کھانے پینے کی پابندی رہتی۔

4- چوتھے مرحلے میں اللہ تعالی نے اس مشقت کو ختم کر دیا اور غروب آفتاب کے بعد رخصت دے دی جو تا قیامت اسی طرح باقی رہے گی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إنَّ فصلَ ما بين صيامِنا وصيامِ أهلِ الكتابِ، أكلةُ السَّحورِ (ہمارے اور اہل کتاب کے صیام میں جو فرق ہے، (وہ ہے سحری کھانا)۔ (صحیح مسلم:2550)

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَالْغَزْوَةِ الْكُبْرَى الَّتِي بِبَدْرِ فِي الصَّوْمِ فِي سَابِعَ عَشْرِ الشَّهْرِ**

اور بڑی جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا
یہ رمضان کی سترہویں تاریخ کو ہوا

## غزوۃ البدر الکبریٰ:

بدر سے پہلے آپ ﷺ ان چار غزوات میں تشریف لے گئے تھے:

1- غزوۃ الابواء۔

2- غزوۃ بواط۔

3- غزوۃ بدر الصغرۃ۔

4- غزوۃ ذی العشیرۃ۔

غزوہ ذی العشیرہ والا قافلہ جب شام سے پلٹ کر مکہ واپس آنے والا تھا تو نبی ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کے حالات کا پتا لگانے کے لئے بھیجا۔ جب ابو سفیان قافلہ لے کر وہاں سے گزرا تو یہ نہایت تیز رفتاری سے مدینہ پلٹے اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔

اس قافلے میں اہل مکہ کی بڑی دولت تھی، یعنی ایک ہزار اونٹ تھے جن پر کم از کم پچاس ہزار دینار (دو سو ساڑھے باسٹھ کلو سونے) مالیت کا ساز و سامان بار کیا ہوا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے صرف چالیس آدمی تھے۔

قریش کو بھی اطلاع مل گئی تھی کہ مسلمان حملہ کرنے والے ہیں اور طرفین سے حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں، جوں ہی حالات خون ریز ٹکراؤ کے لئے آمادہ ہوئے چلے تو نبی کریم ﷺ نے ایک مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا۔ رسول اللہ ﷺ ان سے مشورہ چاہتے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کچھ باتیں کیں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، رسول اللہ نے ان کے حق میں کلمہ خیر ارشاد فرمایا اور دعا دی۔ لیکن یہ تینوں کمانڈر مہاجرین سے تھے جن کی تعداد لشکر میں کم تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ انصار کی رائے معلوم کریں چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ واللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: ہم تو آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں، آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے،

اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں ساتھ لے کر اس سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ حضرت سعد کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ ﷺ پر نشاط طاری ہو گئی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھی تین سو انیس (مشہور 313 ہیں) آدمی تھے، تو اللہ کے نبی نے قبلے کی طرف رخ کر کے ہاتھ پھیلا دیے اور اپنے رب سے بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ مجھ سے پورا کر۔ اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ اپنے رب سے بلند آواز سے فریاد کرتے رہے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر کندھوں سے گر گئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، آپ کی چادر پکڑی، اسے آپ کے کندھوں پر ڈالا، پھر پیچھے سے آپ سے چمٹ گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کا اپنے رب کو قسم دینا آپ کے لیے کافی ہے، کیونکہ یقیناً وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ [الانفال : ]

(جب تم لوگ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری سن لی)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی۔

فریقین کے مابین زوردار جنگ ہوئی لیکن یہ معرکہ مشرکین کی شکست فاش اور مسلمانوں کی فتح مبین پر ختم ہوا۔ اس میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے، لیکن مشرکین کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید کیے گئے جو عموماً، قائد، سردار اور بڑے بڑے سربراہ حضرات تھے۔

اسی روز نبی ﷺ کے حکم سے قریش کے چوبیس بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے ایک گندے خبیث کنویں میں پھینک دی گئیں۔

اس دن کو قرآن میں "یوم الفرقان" بھی کہا گیا کہ یہ کفر اور اسلام کے مابین فرق کرنے والا دن تھا۔

اب چونکہ یہ مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی تو جنگ کے بعد قیدیوں کے مسئلہ میں اختلاف ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سب قیدیوں کو اپنے قرابتداروں کے حوالے کیا جائے اور وہ خود انکی گردنیں اڑھا دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ

لے کر آزاد کرنے کو اختیار کیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق معاملہ طے ہو چکا تھا، اس لیے مشرکین سے فدیہ لیا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بات پسند آئی اور میری نہیں۔ لیکن اگلے ہی دن اللہ تعالی نے حضرت عمر کی موافقت میں قرآن کی آیات نازل کر دی۔

فرمان باری تعالیٰ:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُۥٓ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ ٱلدُّنْيَا وَٱللَّهُ يُرِيدُ ٱلْءَاخِرَةَ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

[الانفال: 67]

(نبی کے لیے مناسب نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی ہوتے قبل اس کے کہ وہ زمین میں کافروں کا خوب قتل کر لیتے تم لوگ دنیاوی فائدہ چاہتے تھے، اور اللہ تمہارے لیے آخرت کی بھلائی چاہتا تھا، اور اللہ زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَوَجَبَتْ فِيهِ زَكَاةُ الْفِطْرِ     مِنْ بَعْدِ بَدْرٍ بِلَيَالٍ عَشْرِ
وَفِي زَكَاةِ الْمَالِ خُلْفٌ فَادْرِ     وَمَاتَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ الْبَرِّ
رُقَيَّةٌ قَبْلَ رُجُوعِ السَّفْرِ     زَوْجَةُ عُثْمَانَ وعُرْسُ الطُّهْرِ
فَاطِمَةٍ عَلَى عَلِيِّ الْقَدْرِ     وَأَسْلَمَ الْعَبَّاسُ بَعْدَ الأَسْرِ

اسی مہینے میں زکوٰۃ الفطر فرض کی گئی

بدر کی جنگ کے دس دن بعد یہ فرض ہوئی

مال کی زکوۃ کے بارے میں اختلاف موجود ہے، اسے جان لو

نبی کریم ﷺ کی نیک بیٹی کا انتقال ہوا

یہ رقیہ تھیں، جو سفر سے واپسی سے پہلے وفات پا گئیں

جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، اور پاکیزہ نکاح تھا

اسی دوران فاطمہ کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے ہوا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ قید کے بعد مسلمان ہو گئے

## زکاۃ الفطر کی فرضیت:

بدر کے ٹھیک دس دن کے بعد صدقۂ فطر فرض کیا گیا اور زکوۃ کے مختلف نصابوں کی تفصیلاً تعیین کی گئی۔ صدقۂ فطر کی فرضیت اور زکوۃ کے نصاب کی تعیین سے اس بوجھ اور مشقت میں بڑی کمی آگئی جس سے فقراء مہاجرین کی ایک بڑی تعداد دوچار تھی۔

## آپ ﷺ کی بیٹی رقیہ کی وفات:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنھا کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ غزوۂ بدر کے بعد مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے، فرمایا: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ کے باعث غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے، وہ خسرہ کی بیماری میں مبتلا ہو گئی تھیں، حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ جنگ بدر کی خوشخبری دینے آئے تو حضرت عثمان حضرت رقیہ رضی اللہ عنھما کی قبر پر تھے۔

## فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح:

بدر سے لوٹنے کے بعد نبی ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا اور انھیں اس بات کا حکم دیا کہ مہر کے طور پر اپنی بیوی کو کچھ دیں تا کہ ان کی دلجوئی کا سامان رہے اور انھیں چاہت اور قدر دانی کا احساس ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی کے ترغیب دلانے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو پاس بٹھا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جا رہے تھے، جس طرح کہ کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کر سکتا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے علی! میرا خیال ہے تم کسی چیز کے خواہش مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کر رہے ہو۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو تمہاری خواہش پوری ہو گی۔ اس پر حضرت علی نے اپنا مدعا بیان فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔

## نبی کے چچا عباس بن عبد المطلب کا اسلام:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محترم چچا قبول اسلام سے پہلے بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تھے، وہ انصار کے بھانجے اس رشتہ سے ہوئے کہ ان کی دادی یعنی عبد المطلب کی والدہ بنو نجار کے قبیلے میں سے تھیں۔ اسی رشتہ کی بناپر انصار نے ان کا فدیہ معاف کرنا چاہا۔ مگر بہت سے مصالح کی بناپر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کا فدیہ پورے طور پر وصول کرو۔ فدیہ کی ادائیگی کے بعد مکہ واپس چلے گئے اور دوبارہ مدینہ ہجرت کر کے اسلام قبول کیا۔

❃ قال الناظم رحمه الله:

وَقَيْنُقَاعُ غَزْوُهُمْ فِي الْإِثْرِ بَعْدَ ضَحَاءِ يَوْمِ عِيدِ النَّحْرِ

پھر قبیلہ بنی قینقاع کے خلاف جنگ ہوئی

پھر عید الضحیٰ میں قربانی مشروع کی گئی

## غزوۃ بنی قینقاع:

یہود مدینے کے اندر رہتے تھے اور مسلمانوں کے حالات سے آگاہ تھے، انکی تاریخ غدر وخیانت اور عہد شکنی سے پُر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا تو ان کی سرکشی میں شدت آگئی۔ انہوں نے اپنی شرارتوں، خباثتوں اور لڑانے بھڑکانے کی حرکتوں میں وسعت اختیار کرلی۔

چنانچہ ابن ہشام نے ابوعون سے روایت کی ہے کہ ایک عرب عورت بنو قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور بیچ کر (کسی ضرورت کے لیے ایک سنار کے پاس جو یہودی تھا، بیٹھ گئی)۔ یہودیوں نے اس کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کردیا۔ اس پر اس سنار نے چپکے سے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا پچھلی طرف باندھ دیا اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب وہ اٹھی اور بے پردہ ہوگئی تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا۔ اس پر اس عورت نے چیخ پکار مچائی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔

جواباً یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ جس پر مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہود کے خلاف مسلمانوں سے فریاد کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور بنی قینقاع کے یہودیوں میں بلوہ ہو گیا۔

آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو صحابہ کے ہمراہ بنو قینقاع کا رخ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو گڑھیوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کا سختی سے محاصرہ کر لیا۔ لڑنے کی نوبت نا آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ بنو قینقاع نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی جان و مال، آل و اولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہو گا۔ آپ ﷺ کے حکم سے ان سب کو باندھ لیا گیا۔

آپ ﷺ ان کو غدر کے اس قضیے میں قتل کرنے والے تھے لیکن خبیث عبد اللہ بن اُبی نے اپنا منافقانہ کردار ادا کیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سخت اصرار کیا کہ آپ ﷺ ان کے بارے میں معافی کا حکم صادر فرمائیں۔ اس نے بہت ضد کی یہاں تک کہ اس منافق نے آپ ﷺ کے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو اور ایسے غضبناک ہوئے کہ لوگوں نے غصے کی پرچھائیاں آپ ﷺ کے چہرے پر دیکھیں۔ لیکن یہ منافق اپنے اصرار پہ قائم رہا بالآخر رسول اللہ نے اس منافق کے ساتھ رعایت کا معاملہ کیا اور اس کی خاطر ان سب کی جان بخشی کر دی البتہ انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے نکل جائیں، اس کے بعد یہ لوگ شام کی طرف چلے گئے۔

## قربانی کی مشروعیت:

آپ ﷺ کو غزوات کے ساتھ ساتھ شرعی احکام بھی دی جاتی رہیں۔ اسی طرح قربانی کی مشروعیت بھی اسی سال طے پائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ﴾ [الحج :]

(اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعار اللہ مقرر کر دیا ہے، ان میں تمہارے لئے نفع ہے، پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو)

حضرت عبد اللہ بن بن عمر رضی اللہ عنھما سے جب پوچھا جاتا قربانی کے حکم کے بارے میں تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے کی اور مسلمانوں نے کی سو تم بھی کرو۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَغَـزْوَةُ السَّــويقِ ثُمَّ قَـرْقَـرَةْ وَالْغَزْوُ فِي الثَّالِثَـةِ الْمُشْـتَهِرَةْ**

پھر غزوہ سویق اور قرقرہ الکدر کی مہم ہوئی

اور ہجرت کے تیسرے سال بھی کثرت سے غزوات ہوئے

## غزوہ سویق:

بدر میں شکست کے بعد ابو سفیان نے نذر مان رکھی تھی کہ جنابت کے سبب اس کے سر کو پانی نہ چھو سکے گا یہاں تک کہ محمد ﷺ سے لڑائی کر لے۔ بدر کے بعد ابو سفیان مکہ نہیں گیا بلکہ وہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر بنو نضیر کے ایک شخص سلام بن مشکم کے پاس ٹھہرا جو بنو نضیر کا خزانچی بھی تھا۔ ایک صبح اپنے ساتھیوں سمیت مل کر مدینے کے اطراف میں عریض نامی ایک مقام پر حملہ کر دیا۔ ان خبیثوں نے وہاں ایک انصاری صحابی معبد بن عامر کو شہید کیا اور بھاگ نکلے۔

رسول اللہ ﷺ نے واردات کی خبر ملتے ہی تیز رفتاری سے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کا قرقراء نامی مقام تک تعاقب کیا لیکن وہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بھاگے۔ انہوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو، توشے اور ساز و سامان چھینک دیا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ سویق عربی زبان میں "ستو" کو کہتے ہیں اسی لیے اس غزوے کا نام سویق پڑ گیا۔

## غزوہ قرقراء:

کچھ علماء سویق اور قرقراء کو ایک ہی شمار کرتے ہیں اور کچھ نے اس غزوے کو غزوہ بنو سلیم کے تعلق سے ذکر کیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس کو الگ سے ایک غزوہ ذکر کیا ہے۔

☆☆☆ ☆☆☆

# تیسری ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

فِي غَطَفَانَ وَبَنِي سُلَيْمِ وَأُمُّ كُلْثُومَ ابْنَةُ الْكَرِيمِ
زَوَّجَ عُثْمَانَ بِهَا وَخَصَّهْ ثُمَّ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ حَفْصَةْ

غطفان اور بنو سلیم قبیلوں کے خلاف بھی لڑائی ہوئی
نبی کریم ﷺ کی بیٹی ام کلثوم
ان کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، یہ عثمان کی خصوصیت تھی
پھر نبی ﷺ نے حفصہ سے نکاح فرمایا

## غزوہ غطفان:

اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ مدینے کے ذرائع اطلاعات نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع فراہم کی کہ غطفان قبیلے) بنو ثعلبہ اور محارب (کی بہت بڑی جمعیت مدینے پر چھاپہ مارنے کے لیے اکٹھی ہو رہی ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور سوار و پیادہ پر مشتمل ساڑھے چار سو ۴۵۰ صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ ادھر دشمن کو جیش مدینہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ گرد و پیش کی پہاڑیوں میں بکھر گئے لیکن نبی ﷺ نے پیش قدمی جاری رکھی۔

آپ ﷺ نے وہاں بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے اور انہیں مسلمانوں کی طاقت کا احساس دلانے کے لیے تقریباً پورا مہینہ گزار دیا اور اس کے بعد مدینہ تشریف لائے۔

## غزوہ بنو سلیم:

مسلمانوں کو خبر ملی کہ بنو سلیم کے لوگ مدینے پر چڑھائی کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں۔ جس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ ان پر خود ان کے اپنے علاقے میں اچانک دھاوا بول دیا۔ بنو سلیم میں اس اچانک حملے سے بھگدڑ مچ گئی اور وہ افراتفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جس پر لشکر مدینہ نے قبضہ کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خمس نکال کر بقیہ مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

اس غزوے میں یسار نامی ایک غلام ہاتھ آیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیار بنی سلیم میں تین روز قیام فرما کر مدینہ پلٹ آئے۔ (یہ یسار وہی صحابی ہیں جنھیں کچھ لوگوں نے قتل کر دیا تھا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انٹوں کا پیشاب پینے کے لئے بھیجا تھا)۔

## ام کلثوم کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی ۳ھ میں حضرت عثمان سے کر دی۔ روئے زمین پر صرف حضرت عثمان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ایک ہی نبی کی دو بیٹیوں سے انکا نکاح ہوا۔

## ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

آپکا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ سے ہوا اور آپ دونوں حضرات نے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ حضرت خنیس بدری صحابی تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپکا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سے ہوا۔

### آپکے چند فضائل:

1- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو ایک مرتبہ طلاق دی پھر اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی اور کہا کہ وہ بہت روزہ رکھنے والی اور بہت نماز پڑھنے والی خاتون ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہوں گی تو آپ رجوع کر لیں۔

2- آپکا لقب حارسة القرآن تھا۔ ان کے والد عمر کے بعد قرآن کا نسخہ انھی کے پاس رہا۔

3- آپ پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ لکھنا انھوں نے شفاء بنت عبد اللہ العدویہ سے سیکھا تھا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَزَيْـنَـبًـا ثُمَّ غَـزَا إِلَى أُحُـدْ فِي شَـهْرِ شَـوَّالٍ وَحَمْرَاءِ الْأَسَـدْ**

پھر زینب سے نکاح ہوا اور بعد میں احد کی طرف غزوہ کیا

یہ شوال کے مہینے میں ہوا، اور حمرا الاسد کا سفر بھی ہوا

## ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

یہ قبیلہ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ مسکینوں پر رحم و مروت اور رقت و رأفت کے سبب ان کا لقب "ام المساكين" پڑ گیا تھا۔ ان کے پہلے خاوند حضرت عبیدۃ بن حارث جو بدر میں علی اور حمزہ کے ساتھ اترے تھے اور زخمی ہو گئے تھے ان کی وفات کے بعد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے شادی کر لی مگر صرف کچھ ہی عرصہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہ سکیں۔

## غزوہ احد:

جنگ بدر میں فاش شکست کے بعد قریش نے متفقہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ اس معاملے میں سرداران قریش میں سے عِکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، ابو سفیان بن حرب اور عبد اللہ بن ربیعہ زیادہ پُر جوش تھے اور سب سے پیش پیش تھے۔ اس سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ ابو سفیان کا وہ قافلہ جو جنگ بدر کا باعث بنا تھا اور جسے ابو سفیان بچا کر نکال لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس کا سارا مال جنگی اخراجات کے لیے روک لیا گیا۔ قریش نے تیاریاں شروع کیں چنانچہ سال پورا ہوتے ہوتے قریش کی تیاری مکمل ہو گئی۔

حضرت عباس قریش کی اس ساری نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کر رہے تھے، چنانچہ جوں ہی یہ لشکر حرکت میں آیا حضرت عباس نے اس کی ساری تفصیلات پر مشتمل ایک خط فوراً نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں روانہ فرما دیا۔

آپ ﷺ جھٹ سے مدینہ تشریف لائے اور انصار ومہاجرین کے قائدین سے صلاح ومشورہ کیا، اور جنگ کے لئے آمادگی شروع کردی۔

مسلمانوں نے کچھ دنوں کا سفر کیا اور جب وقت آیا کہ آپ ﷺ دشمن کے بالکل قریب تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، عبد اللہ بن ابی منافق نے بغاوت کر دی اور ایک تہائی لشکر، یعنی تین سو افراد کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خواہ مخواہ اپنی جان دیں۔ اس نے اس بات پر بھی احتجاج کا مظاہرہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی اور دوسروں کی بات مان لی۔

منافقین کی ان خباثتوں سے مسلمانوں کے حوصلے پست نا ہوئے اور سفر جاری رہا۔ میدان کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب وتنظیم قائم کی۔ ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ بھی منتخب کیا جو پچاس مردان جنگی پر مشتمل تھا۔ ان کی کمان حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سپرد کی، اور انہیں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جو "جبل رماة "کے نام سے مشہور ہے، تعینات فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سختی سے کسی بھی حال میں جگہ چھوڑنے سے منع کیا۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ایک نہایت تیز تلوار بے نیام کی اور فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے؟ اس پر کئی صحابہ تلوار لینے کے لیے لپک پڑے، جن میں علی، زبیر بن عوام اور عمر رضی اللہ عنھم بھی تھے۔ لیکن ابو دجانہ سماک بن خَرَشہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے دشمن کے چہرے کو مارو یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تلوار انہیں دے دی۔

ابو دجانہ بڑے جانباز تھے۔ لڑائی کے وقت اکڑ کر چلتے تھے۔ ان کے پاس ایک سرخ پٹی تھی۔ جب اُسے باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے کہ وہ اب موت تک لڑتے رہیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے تلوار لی تو سر پر پٹی بھی باندھ لی اور فریقین کی صفوں کے درمیان اکڑ کر چلنے لگے۔ یہی موقع تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چال اللہ تعالی کو ناپسند ہے لیکن اس جیسے موقع پر نہیں۔

جیسے لڑائی کا مرحلہ شروع ہوا، جنگ کا پہلا ایندھن مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ عبدری بنا۔ یہ شخص قریش کا نہایت بہادر شہسوار تھا۔ اس کی حد سے بڑی ہوئی شجاعت کے سبب عام صحابہ مقابلے سے کترا گئے۔ لیکن حضرت زبیر بن عوام رضی

اللہ عنہ آگے بڑے اور ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر شیر کی طرح جست لگا کر اونٹ پر جا چڑھے۔ پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر زمین پر کود گئے اور تلوار سے ذبح کر دیا۔

اس جنگ کی ایک طویل داستان ہے جس میں بہت سے ایمان افروز واقعات ہیں۔ اسی جنگ میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چچا اسد اللہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ان کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب تھے جنھوں نے اپنی آزادی کی خاطر جبیر بن مطعم کے کہنے پر ایسا کیا۔ اور اسی جنگ میں سفیر اسلام مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ انھی کی شہادت کے بعد یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو شہید کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے کافی مشابہ تھے۔ اور اسی دن آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود ابی بن خلف لعنہ اللہ کو قتل کیا تھا۔

اس جنگ کے بعد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب جنگ احد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے کہ یہ جنگ مکمل ہی طلحہ کے لیے تھی۔

یہ جنگ شروع میں مسلمانوں کے حق میں تمام ہوئی لیکن اچانک سے کچھ غلطیوں نے پانسہ پلٹ دیا۔ اور اللہ کو یہی منظور تھا۔ اس جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔

یہ غزوہ مسلمانوں کی تربیت کے لیے تھا اور نتیجے کی چند وجوہات جو علماء نے بتلائی وہ یہ ہیں:

1- ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾[الانفال : 37] (تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے) واقعہ خبیث عبد اللہ ابن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کا (جس میں وہ مسلمانوں سے بغاوت کر کے الگ ہو گئے تھے)۔

2- ﴿أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾[ال عمران : ] (پھر کیا اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟) جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی۔

3- رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بتائے ہوئے کام کے علاوہ کوئی کام کرو گے تو مشکلوں کا سامنا ہو گا۔ (جیسے جبل الرماۃ کا واقعہ)۔

## غزوہ حمراء الاسد:

غزوہ احد کے بعد مشرکین نے سوچا کہ میدان جنگ میں اپنا پلہ بھاری رہتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں یقیناً ندامت ہوئی۔ چنانچہ وہ راستے سے پلٹ کر مدینے پر دوبارہ حملہ کرنے کا سوچ رہے تھے۔

آپ ﷺ اس بات کو بھانپ گئے اور جنگ کے اگلے ہی دن اعلان کر دیا کہ دشمن کے مقابلے کے لئے چلنا ہے۔ اور ساتھ انہی لوگوں کو اجازت دی جو غزوہ احد میں تھے۔ جتنے مسلمان تھے اگرچہ زخموں سے چور، غم سے نڈھال، اور اندیشہ وخوف سے دوچار تھے، لیکن سب نے بلا تردد سرِ اطاعت خم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور مدینے سے آٹھ میل دور حمراء الاسد پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔

معبد بن ابی معبد خزاعی جو رسول اللہ ﷺ کا خیر خواہ تھا انکے اسلام میں اختلاف ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ملاقات کی اور انکے کہنے پر ابو سفیان کے پاس گیا اور ان کو خوب ڈرایا جس کی وجہ سے ابو سفیان اور اس کے لشکر کی یہ باتیں سن کر حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان پر گھبراہٹ اور رعب طاری ہو گیا۔ لیکن ابو سفیان نے ایک اور بار حملہ کرنے کی پیشگوئی کر دی (جو کہ بدر الموعد کے نام سے مشہور ہے)۔ درحقیقت یہ غزوہ (حمراء الاسد) کوئی مستقل غزوہ نہ تھا بلکہ غزوہ احد ہی کا جزو تھا۔ اور اسی واقعہ کے بعد کوئی بھی غزوہ احد کو شکست تصور نہیں کرتا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

فَالْخَمْرُ حُرِّمَتْ يَقِينًا فَاسْمَعَنْ    هَذَا وَفِيهَا وُلِدَ السِّبْطُ الْحَسَنْ

اسی زمانے میں شراب یقینی طور پر حرام کر دی گئی، سن لو
اور اسی عرصے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے

## شراب کی حرمت:

شراب کی حرمت کے تین مراحل ہیں:

1 ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ [البقرة: ٢١٩]

(لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہے)

2 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ﴾ [النساء: ]

(اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا)

3 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ [المائدة: ۰]

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیرے یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں)

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ ..... یہ شراب کے سلسلے میں تیسرا اور آخری حکم ہے، جس کے بعد وہ قطعی حرام قرار دے دی گئی، اس سے پہلے دو حکم آچکے تھے، پہلا حکم سورۃ بقرہ (۲۱۹) میں اور دوسرا سورۃ نساء (۴۳) میں، مگر ان دونوں آیتوں میں قطعی حرمت کا ذکر نہیں تھا، اس لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرہ اور سورۃ نساء کی آیات نازل ہونے کے بعد کہا یا اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم فرما۔ آخر صریح حرمت کی یہ آیت تین مزید چیزوں کی حرمت کے ساتھ اتری۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے لوگو! شراب حرام ہوئی شراب پانچ چیزوں سے بنا کرتی ہے۔ انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو سے اور جس مشروب سے عقل میں فتور آئے وہ خمر (شراب) ہے۔

## حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت:

حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چند مناقب:

1- آپ اور آپ کے بھائی حسین کے نام اللہ کے حکم سے رکھے گئے۔ چنانچہ پیدا ہوتے ہی آپ دونوں کے نام یہ رکھے گئے تھے: حضرت حسن کا نام حمزہ اور حضرت حسین کا نام جعفر۔ (بعض روایتوں میں آتا ہے کہ دونوں کے نام پہلے حرب رکھے گئے تھے)۔

2- حضرت حسن کا وصف "سید" قرار پایا انھیں یہ لقب ان کے نانا نبی کریم ﷺ نے عطا کیا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: إِنَّ ابْنِيْ هذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهُ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (میرا یہ لاڈلا سردار ہے، اور اللہ تعالی اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے مابین صلح کرائے گا)۔( صحیح البخاری:2704)

3- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

4- فرمان نبوی ﷺ ہے: "هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا" وہ دونوں میرے دنیا کے دو خوشبودار پھول ہیں)۔( صحیح البخاری:3753)

5- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے کندھے پر دیکھا اور آپ فرمارہے تھے: " اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ" (اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو تو ان سے محبت کر)۔( صحیح البخاری3749)

☆☆☆ ☆☆☆

# چوتھی ہجری کے واقعات

قال الناظم رحمه الله:

وَكَانَ فِي الرَّابِعَةِ الْغَزْوُ إِلَى بَنِي النَّضِيرِ فِي رَبِيعٍ أَوَّلا

چوتھی ہجری میں قبیلہ بنی نضیر کی طرف لشکر کشی ہوئی
یہ ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا

## غزوہ بنی نضیر:

بنو قینقاع کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ پیش آیا تو یہودیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر خاموشی اور سکون اختیار کر لیا۔ لیکن غزوۂ احد کے بعد ان کی جرأت پھر پلٹ آئی۔ انہوں نے کھلم کھلا عداوت وبد عہدی کی۔

انھوں نے آپ ﷺ کی قتل کی سازش کی۔ ہوا یوں کہ آپ ﷺ اور کچھ صحابہ ان کے پاس دو مقتولین کی دیت میں اعانت کے لیے گئے جو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے غلطی سے قتل ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انھوں نے آپ کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھادیا، ان بدبختوں نے یہی موقع دیکھ کر آپ ﷺ کے سر پر اوپر کی طرف سے کچھ گرا کر کچلنا چاہا لیکن آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ ان کی شرارت کا علم ہوا اور آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نبی ﷺ نے مدینہ واپسی پر یہودیوں کو مدینے سے نکلنے کی خبر بھجوادی۔ خبر پہنچتے ہی انھوں نے جلاوطنی کا ارادہ کر لیا تھا کہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے انھیں جھوٹا حوصلہ دیا اور ڈٹ جانے کو کہا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور بنو نضیر کے علاقے میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا اور جاری رہا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو

کہلوا بھیجا کہ ہم مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی جلا وطنی کی پیش کش منظور فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے پوری سورۃ حشر نازل فرمائی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سورۃ (حشر) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اسے سورۃ بنی النضیر کہو۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وبَعْدُ مَوْتُ زَيْنَبَ الْمُقَدَّمَةْ    وَبَعْدَهُ نِكَاحُ أُمِّ سَلَمَةْ

پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا

اور اس کے بعد نبی ﷺ نے ام سلمہ سے نکاح کیا

## ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

حضرت زینب رضی اللہ عنھا آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد کچھ ہی ماہ رہ سکیں اور آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنھا ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں میں رخصت ہوئیں۔ دوسری سب ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ کے بعد وفات پائی۔ نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں بقیع میں دفن کیا۔

## ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

آپکا نام ہند بنت ابی امیہ تھا۔ ابو امیہ وہی شخص ہیں جنھوں نے بعثت سے قبل کعبہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود کو اسکی جگہ پر رکھنے والے معاملے میں تجویز پیش کی تھی کہ جو اگلے دن دروازے سے پہلے داخل ہو گا وہ فیصل قرار پائےگا (اور آپ ﷺ فیصل قرار پائے تھے)۔ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنھا کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی ابو سلمہ بن عبد الاسد سے ہوا تھا۔

فقیہ ترین اور نہایت عقلمند خاتون تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے بعد سب سے زیادہ مرویات ان کی ہیں۔ آپکی وفات باقی امہات المومنین کے مقابلے سب سے آخر میں ہوئی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَبِنْتِ جَحْشٍ ثُمَّ بَدْرِ الْمَوْعِدِ    وَبَعْدَهَا الْأَحْزَابُ فَاسْمَعْ وَاعْدُدِ**

پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح اور بدر الموعد کی لڑائی ہوئی

اس کے بعد غزوہ احزاب ہوا، سنو اور گن لو

## ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح:

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں اور عبد اللہ بن جحش کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کی شادی پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ پھر ان سے طلاق ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

آپکے چند مناقب:

1- ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ازواج مطہرات میں سے مجھے وہ جلد ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہے (عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم سب اپنے ہاتھوں کو ناپہ کرتی تھیں اور سب سے لمبے ہاتھ حضرت سودہ کے تھے لیکن حضرت زینب کی وفات کے بعد پتا چلا کہ اس سے مراد زیادہ صدقہ خیرات کرنا تھا)۔

2- آپکے نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا تھا۔﴿زَوَّجْنَاكَهَا﴾ [الاحزاب: ۳۷]

3- آپکا ولیمہ بہت عمدہ کرایا گیا اور کسی دوسری ازواج مطہرات کا ایسانہ کرایا گیا۔

## غزوہ بدر الموعد:

غزوہ احد میں مسلمانوں کا کچھ خاصہ نقصان نا ہونے پر ابو سفیان جنگ سے جانے کے بعد راستے سے ہی پلٹ آیا مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کی غرض سے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر معبد الخزاعی نے ان کو ڈرایا تھا جس سے ابو سفیان اور لشکر کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے لیکن اس موقع پر ابو سفیان نے پیشن گوئی کر دی تھی ایک اور بار حملہ کرنے کی۔ اب چونکہ اس موقع پر طے کیا

ہو اوقت قریب آتا جارہا تھا اور محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرض تھا کہ میدان میں ابوسفیان اور اس کی قوم سے دو دوہاتھ کرنے کے لئے نکلیں۔ جنگ کے لئے اس غزوے میں پندرہ سو ۱۵۰۰ صحابہ کا لشکر تیار تھا۔

مشرکین جنگ کے لئے روانہ تو ہوئے لیکن ابوسفیان مکہ ہی سے ابوجہل اور بددل تھا۔ بار بار مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کا انجام سوچتا تھا۔ اور رعب وہیبت سے لرز اٹھتا تھا۔ بلآخر سب سے واپسی کے لیے کہا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہی لشکر کے اعصاب پر خوف وہیبت سوار تھی کیونکہ ابوسفیان کے اس مشورہ پر کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی۔ مسلمانوں نے بدر میں آٹھ روز تک ٹھہر کر دشمن کا انتظار کیا۔ یہ غزوۂ بدر موعد، بدر ثانیہ، بدر آخرہ اور بدر صغریٰ کے ناموں سے معروف ہے۔

## غزوہ احزاب:

غزوہ احد کے بعد غدر کرنے والے یہودی (بنو نضیر) خیبر منتقل ہوگئے تھے اور ان سے مسلمانوں کے پر سکون حالات دیکھے نہیں جاتے تھے۔ وہ موقع کے انتظار میں تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے بیس سردار اور رہنما مکے میں قریش کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ کرتے ہوئے اپنی مدد کا یقین دلایا۔ قریش نے ان کی بات مان لی۔ قریش کے بعد یہود کا یہ وفد بنو غطفان، بنو سلیم، بنو اسد، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل کو اس میں شامل کرتے رہے۔ غرض اس طرح یہودی سیاست کاروں نے پوری کامیابی کے ساتھ کفر کے تمام بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو نبی ﷺ اور آپ کی دعوت اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لیے تیار کرلیا۔ یہ پورا کوئی دس ہزار کا لشکر تھا۔

اطلاع پاتے ہی رسول اللہ ﷺ نے ہائی کمان کی مجلس شوری منعقد کی۔ اور دفاعی منصوبے پر صلاح مشورہ کیا۔ قائدینِ اہل شوری نے غور وخوض کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی۔ یہ تجویز حضرت سلمان فارسی نے ان لفظوں میں پیش کی تھی کہ اے اللہ کے رسول! فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے۔ یہ بڑی باحکمت دفاعی تجویز تھی۔

اس تجویز پر فوری عمل شروع ہوا ساتھ ساتھ آپ ﷺ ان کو ترغیب بھی دلاتے اور عملا اس میں پوری طرح شریک بھی رہتے تھے۔ خندق کی کھدائی کے دوران نبوت کی کئی نشانیاں بھی جلوہ فگن ہوئیں۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے رسول

اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا۔ اور اپنے شکم کھول کر ایک ایک پتھر دکھلائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا شکم کھول کر دو پتھر دکھلایا۔ سخت بھوک کے آثار دیکھ کر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا۔ اور ان کی بیوی نے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جو پیسا اور آپ سے خفیہ طور پر گزارش کی کہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں، لیکن نبی ﷺ نے تمام اہل خندق کو جن کی تعداد ایک ہزار تھی، ہمراہ لے کر چل پڑے۔ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کسی چیز میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

ایک اور واقعہ پیش آیا کہ کھدائی کے دوران ایک پتھر نے رکاوٹ ڈال دی، آپ ﷺ سے اس کی شکایت لگائی گئی تو آپ تشریف لائے۔ کدال لی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا اور فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا، اور فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: بسم اللہ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

بہر حال اس لشکر سے مقابلے کے لیے رسول اللہ ﷺ بھی تین ہزار مسلمانوں کی نفری لے کر تشریف لائے۔ سامنے خندق مسلمانوں اور کفار کے درمیان حائل تھی۔ مشرکین نے آپ ﷺ کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی سے مصروف رکھا۔ اور آپ ﷺ نے مشرکین پر بددعا فرمادی۔

چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی، اس لیے دست بدست اور خونریز جنگ کی نوبت نہ آسکی، بلکہ صرف تیر اندازی ہوتی رہی۔ اسی تیر اندازی کے دوران حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک تیر جس سے ان کے دستے کی شہ رگ کٹ گئی۔ اور وہ دعا کرتے کہ مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ (یہودیوں کا آخری قبیلہ جو ابھی مدینہ میں مقیم تھا) کے معاملے میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو جائے کیونکہ انھوں نے جنگ کے دوران آپ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا۔

اس دوران مسلمان اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے تھے: اللھم استرعوراتنا وآمن روعاتنا (اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کردے)۔

اور رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمارہے تھے: اللهم منزل الكتاب سريع الحساب اهزم الأحزاب، اللهم اهزمهم وزلزلهم (اے اللہ! کتاب اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انہیں شکست دے اور جھنجوڑ کرر کھ دے)۔(متفق علیہ)

بالآخر اللہ تعالی نے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی دعائیں سن لیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تند ہواؤں کا طوفان بھیج دیا۔ جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں، کسی چیز کو قرار نہ رہا اور اس کے ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا۔ جس نے انہیں ہلا ڈالا۔ اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی اور اس دن کے بعد مسلمانوں کا عروج شروع ہوا۔ اسی دن کے بعد رسول اللہ نے فرمایا: "الان نغزوهم ولا يغزونا، ونحن نسير إليهم"

(اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے، اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا)۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**ثُمَّ بَنِي قُرَيْظَةٍ وَفِيهِمَا خُلْفٌ وَفِي ذَاتِ الرِّقَاعِ عُلِمَا**

پھر بنو قریظہ کے خلاف جنگ ہوئی اور اس میں

کچھ اختلاف پایا گیا، اور غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ پیش آیا

## غزوہ بنو قریظہ:

غزوہ خندق سے واپسی پر ظہر کے وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنھا کے مکان میں غسل فرمارہے تھے حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا: کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے۔ اور میں بھی ابھی قوم کا تعاقب کر کے بس واپس چلا آرہا ہوں۔ اُٹھئے! اور اپنے رفقاء کو لے کر بنو قریظہ کا رخ کیجیے۔ کیوں یہ مدینہ میں رہتے تھے اور جب غزوہ خندق کے لئے کفار باہر سے جمع ہونا شروع ہوئے تو انھوں نے غدر کر کے مسلمانوں کو اندر سے کمزور کرنا چاہا جس کا نتیجہ یہ جنگ بنی۔

نبی ﷺ نے فورا صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بنو قریظہ کا رخ کریں اور عصر کی نماز وہی ادا کریں۔ کچھ صحابہ نے راستے میں وقت آنے پر نماز پڑھ لی اور کچھ نے عشاء کے بعد وہی بنو قریظہ میں پڑھی دونوں گروہوں میں مفہوم کا اختلاف ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ بھی وہاں پہنچے اور بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، یہ درحقیقت ایک اعصابی جنگ تھی۔ اللہ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔ مسلمانوں کو دیکھ کر ان کے حوصلے ٹوٹتے جارہے تھے۔ مسلمانوں کی اس لشکر کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ یہ محاصرہ قریبا پچیس دن تک رہا۔

جب محاصرہ سخت ہوا اور صحابہ نے قلعے میں گھسنے کا فیصلہ کیا تو یہودیوں نے خود کو آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے آپ ﷺ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنانے پر رضامندی دیکھائی کیونکہ وہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور اوس بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ انھیں لگا کہ یقینا وہ اس وجہ سے رحم کا معاملہ کرینگے۔ حضرت سعد نے کہا: تو ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ اور اموال تقسیم کر دیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالی کا فیصلہ ہے۔

مدینہ میں یہودیوں کے قبائل اور مختلف جنگوں میں انکے غدر اور خیانتیں:

1- بنو قینقاع: انھوں نے غزوہ بدر میں غدر کیا یہ شام کی طرف چلے گئے تھے۔
2- بنو نضیر: انھوں نے غزوہ احد میں غدر کیا یہ خیبر کی طرف چلے گئے تھے۔
3- بنو قریظہ: انھوں نے غزوہ احزاب میں غدر کیا ان سب کو قتل کر دیا گیا۔

## غزوہ ذات الرقاع:

نبی ﷺ نے قبیلہ بنو غطفان کی دو شاخوں بنی ثعلبہ اور بنی محارب کے اجتماع کی خبر سن کر جھٹ سے چار سو ۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں بلاد نجد کا رخ کیا۔ لیکن اس غزوہ میں بھی کوئی جنگ نا ہو سکی، اللہ تعالی نے مخالف کے دلوں میں نبی ﷺ کے آنے کی خبر کی وجہ سے رعب ڈال دیا۔ "نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ" (ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی)۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ ہم چھ آدمی تھے اور ایک ہی اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس سے ہمارے قدم چھلنی ہوگئے۔ میرے بھی دونوں پاؤں زخمی ہوگئے اور ناخن جھڑ گیا۔ چنانچہ ہم لوگ اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے رہتے تھے۔ اسی لیے اس کا نام ذات الرقاع "چیتھڑوں والا" پڑ گیا۔ (صحیح البخاری:4125)

عام اہل مغازی نے اس غزوہ کا تذکرہ ۴ھ میں کیا ہے۔ لیکن امام بخاری نے اس کا زمانہ وقوع ۷ھ بتایا ہے اور چونکہ اس غزوے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنھما نے شرکت کی تھی لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

كَيْفَ صَـلاَةُ الْخَوْفِ وَالْقَصْـرُ نُمِي وَآيَـةُ الْحِـجَـابِ وَالـتَّـيَـمُّـمِ

اسی میں خوف کی نماز اور قصر نماز کا طریقہ سکھایا گیا

اور اسی میں پردے اور تیمم کی آیتیں نازل ہوئیں

## صلاۃ الخوف:

صلاۃ الخوف کی مشروعیت غزوہ ذات الرقاع میں ہوئی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ضجنان اور عسفان کے درمیان پڑاؤ کیا۔ مشرکوں نے کہا ان مسلمانوں کی ایک نماز ہے جسے وہ اپنے باپ اور بیٹوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں اور وہ عصر کی نماز ہے لہذا تم اپنے اسباب جمع کرو اور اس وقت یکبارگی ان پر حملہ کر دو۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دو حصے کریں۔ ایک حصے کو نماز پڑھائیں اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابل ان کے پیچھے کھڑا رہے اور اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہنے رہیں۔ پھر دوسرا حصہ آئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور پہلے حصے والے اپنی ڈھالیں اور ہتھیار پہن لیں۔ اس طرح ہر گروہ کی ایک ایک رکعت اور نبی اکرم ﷺ کی دو رکعتیں ہوں گی۔ (سنن نسائی:1545، صحیح)

صلاۃ الخوف چھ طریقوں سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔ (صحیح مسلم:1576)

## صلاۃ القصر:

نماز قصر کی مشروعیت کا غالب گمان بھی غزوہ ذات الرقاع کے وقت کا ہے کیونکہ سورۃ النساء کی ان آیتوں میں الخوف کے ساتھ ہی اس کا ذکر ہے۔

نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ رعایتیں اس لیے عنایت فرمائیں کہ کفار کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی غافل پا کر یکبارگی حملہ کر کے ختم کر دیں۔ جس کی وجہ سے عبادت کے دوران بھی دفاع سے غفلت کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ اس وقت پورا عرب دار الحرب بنا ہوا تھا کسی طرف کا سفر بھی خطرات سے خالی نہیں تھا۔

نماز کی رکعات کے ادوار:

- سب سے پہلے معراج کے موقع پر دو دو رکعات مشروع کی گئی۔
- ہجرت کے بعد حضر نمازوں کی رکعات کو چار کیا گیا سوائے فجر و مغرب کے۔
- ۴ھ میں سفر کی نماز پھر سے دو دو رکعات ہوئی۔

## آیۃ الحجاب:

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی، وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے آپ ﷺ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی۔ پھر بھی وہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انس رضی

اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی۔ اب آپ ﷺ آئے گھر میں تشریف لے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر لیا اور حجاب والی آیت نازل ہوئی۔( صحیح مسلم:3505)

امام عبد الرزاق نے ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت کی ہے کہ "جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصار کی خواتین گھونگٹ بنائے ہوئے گھروں سے اس طرح نکلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں اور انھوں نے سیاہ رنگ کی چادریں اوڑھ رکھی ہوتی تھیں۔"(مصنف عبد الرزاق)

پردے کے متعلق قرآن کریم میں تین قسم کی محکم آیات ہیں:

1- آیت حجاب: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ [الاحزاب : 53]

(اور جب تم ان (امہات المومنین) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے اوٹ سے مانگو)

2- آیت جلباب: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ [الاحزاب : 59]

(اے میرے نبی! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے، اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں)

3- آیت زینت: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور : 31]

(اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر رہتا ہے)

## تیمم کا حکم:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے بیان فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں (تحقیقی قول کے مطابق غزوہ ذات الرقاع میں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ یہاں تک کہ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر تھے (یہ دونوں مقام مدینہ طیبہ اور خیبر کے درمیان پڑتے ہیں) تو وہاں میرا ایک ہار جو در حقیقت میری بڑی بہن اسماء کا تھا، اور میں نے

عاریتاان سے لے کر گلے میں ڈال لیا تھا، ٹوٹ کر گر گیا اور گویا گم ہو گیا، میں نے اس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو کر دی تو اس کو تلاش کرانے کے لئے آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمالیا اور آپ ﷺ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی ٹھہر گئے اور اس مقام پر پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اس معاملے سے ناخوش تھے کہ ان کی وجہ سے سب کو تکلیف اٹھانی پڑھ رہی ہے۔ لیکن تفتیش جاری رہی اور یہاں تک کہ آپ ﷺ نے صبح کی ایسے مقام پر اور ایسی حالت میں کہ وہاں پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی، تو سب لوگوں نے تیمم کیا اور تیمم کر کے نماز ادا کی گئی۔ حضرت اسید بن حضیر نے جو ان نقباء انصار میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت سے پہلے بیعت کی تھی کہا کہ اے آل ابو بکر! یہ تیمم کا حکم تمہاری پہلی برکت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی تمہارے ذریعہ امت کو برکتیں مل چکی ہیں۔( صحیح مسلم:816)

❁ قال الناظم رحمه الله:

قِيلَ: وَرَجْمُهُ الْيَهُودِيَّيْنِ  وَمَوْلِدُ السِّبْطِ الرِّضَا الْحُسَيْنِ

اس سے قبل یہودی مرد و عورت کو رجم کیا گیا
اور نواسے حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی

## دو یہودیوں کو رجم کرنا:

نبی کریم ﷺ کے عہد میں یہودیوں کے اندر ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کیا، تو وہ آپ کی خدمت میں ان دونوں کا فیصلہ کرانے کے ارادے سے حاضر ہوئے۔ وہ اس گمان میں تھے کہ شاید تورات میں موجود رجم سنگسار کرنے کے حکم سے ہلکی سزا انھیں مل جائے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: رجم کے بارے میں تورات میں کیا حکم ہے؟ وہ بولے: یہ کہ انھیں رسوا کریں اور انھیں کوڑے لگائے جائیں۔ اس پر عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پھر یہودی تورات لائے اور اسے کھولا۔ لیکن رجم سے متعلق آیت کو ایک یہودی نے اپنے ہاتھ سے چھپا لیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کی عبارت پڑھنے لگا۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ ذرا اپنا ہاتھ تو اٹھاؤ۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا، تو وہاں آیت رجم

موجود تھی۔ اب وہ کہنے لگے: سچ ہے اے محمد! ۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔( صحیح مسلم: 4437)

## حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

سیدنا حسین بن علی کے بے شمار اور متنوع فضائل و مناقب ہیں لیکن آپ کے فخر کے لیے ایک یہی بات کافی ہے کہ آپ اپنے نانا حضرت رسالت مآب ﷺ کے محبوب تھے اور آپ نے اپنے بچپن کا زمانہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سایۂ تربیت و عاطفت میں گزارا۔ ایک دفع اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو فرطِ محبت سے پکڑا اور انکا بوسہ لیا اور فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔(رضی اللہ عنہ)،(جامع ترمذی:3775)

☆☆☆ ☆☆☆

# پانچویں ہجری کے واقعات

قال الناظم رحمه الله:

اَلْإِفْكُ فِي غَزْوِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَكَانَ فِي الْخَامِسَةِ اسْمَعْ وَثِقِ

بنو مصطلق کی مہم میں واقعہ افک ہوا

اور یہ سب پانچویں ہجری میں ہوا، غور سے سنو اور یقین رکھو

## غزوہ بنی المصطلق:

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نبی ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار آپ سے جنگ کے لیے اپنے قبیلے اور کچھ دوسرے عربوں کو ساتھ لے کر آرہا ہے۔ آپ نے بریدہ بن حصیب اسلمی کو تحقیق حال کے لیے روانہ فرمایا۔

جب آپ ﷺ کو خبر کی صحت کا اچھی طرح یقین آگیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا (سات سو صحابہ) اور بہت جلد روانہ ہوگئے۔ اس غزوے میں آپ ﷺ کے ہمراہ منافقین کی بھی ایک جماعت تھی۔ جو اس سے پہلے کسی غزوے میں نہیں گئی تھی۔

اس غزوے میں لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ آپ نے ایک چشمے کے پاس ان پر چھاپہ مار کر عورتوں، بچوں اور مال مویشی پر قبضہ کر لیا تھا۔ جیسا کہ صحیح کے اندر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو المصطلق پر چھاپہ مارا اور وہ غافل تھے۔ اس جنگ میں بہت ساری لونڈیاں، بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ اونٹ اور پانچ ہزار ۵۰۰۰ بکریاں ہاتھ آئیں۔

## واقعہ افک:

غزوہ بنی المصطلق سے واپسی میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی حاجت کے لیے گئیں۔ اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریتاً لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی فوراً اس جگہ واپس گئیں جہاں ہار غائب ہوا تھا۔ اسی دوران وہ لوگ آئے جو آپکا ہودَج اونٹ پر لادا کرتے تھے۔ انہوں نے سمجھا آپ ہودج کے اندر تشریف فرماہیں۔ اس لیے اسے اونٹ پر لاد دیا، اور ہودج کے ہلکے پن پر نہ چونکے۔ کیونکہ حضرت عائشہ ابھی نوعمر تھیں۔

بہر حال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ ہار ڈھونڈھ کر قیام گاہ پہنچیں تو پورا لشکر جاچکا تھا۔ وہ اس خیال سے وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انہیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر وہیں تلاش کرنے آئیں گے، لیکن اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئیں۔ پھر صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی یہ آواز سن کر بیدار ہوئیں کہ إنا لله وإنا اليه راجعون رسول اللہ ﷺ کی بیوی؟ صفوان لشکر کے پچھلے حصے میں سوئے ہوئے تھے۔ ان کی عادت بھی زیادہ سونے کی تھی۔ انہوں نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پہچان لیا۔ کیونکہ وہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے انا للہ پڑھی اور اپنی سواری بٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب کر دی، حضرت عائشہ اس پر سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان نے انا للہ کے سوا زبان سے ایک لفظ نہ نکالا۔ چُپ چاپ سواری کی نکیل تھامی اور پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آ گئے۔

انہیں اس کیفیت کے ساتھ آتا دیکھ کر اللہ کے دشمن خبیث عبد اللہ بن ابی منافق کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے بدکاری کی تہمت تراش کر واقعات کے تانے بانے بننا شروع کر دیے۔ اور جب مدینہ آئے تو ان تہمت تراشوں نے خوب جم کر پروپیگنڈہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ خاموش تھے کچھ بول نہیں رہے تھے لیکن جب لمبے عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے علیحدگی کے متعلق اپنے خاص صحابہ سے مشورہ کیا۔

ادھر حضرت عائشہ کا حال یہ تھا کہ وہ غزوے سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں۔ اور ایک مہینے تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ ام مسطح کے بتانے پر پھر دورات اور ایک دن روتے روتے گزر گیا۔ وہ محسوس کرتی تھیں کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو جائے گا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے وضاحت مانگی تو آپ نے کہا میں صبر کر لیتی ہوں یہی بہتر ہے کہ میرے حق میں بات کا یقین ویسے بھی کوئی نہیں کرنے والا۔

ان سخت آیام میں جب نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی کے نزول کی کیفیت ہوئی، تو ختم ہوتے ہی مسکرا رہے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ !اللہ نے تمہیں بری کر دیا۔

واقعہ افک سے متعلق جو آیات اللہ نے نازل فرمائیں وہ سورۃ النور کی دس آیات ہیں جو ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ [النور: ] سے شروع ہوتی ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بعد تہمت تراشی کے جُرم میں مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کو اسی اسی کوڑے مارے گئے اور منافقین کو مصلحت کی خاطر کچھ نہ کہا گیا۔( صحیح البخاری:4141)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَدُومَـةُ الْجَنْـدَلِ قِيـلَ وَحَصَـــلْ　　عَقْدُ ابْنَـةِ الْحَارِثِ بَعْدُ وَاتَّصَـــلْ

اور کہا گیا کہ دومۃ الجندل کا معرکہ بھی اسی میں ہوا

بعد میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نکاح حارث کی بیٹی (جویریہ) سے ہوا اور رخصتی کی گئی

## غزوہ دومۃ الجندل:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اطلاعات ملیں کہ شام کے قریب دومۃ الجندل کے گرد آباد قبائل آنے والے قافلوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اور وہاں سے گزرنے والی اشیاء لوٹ لیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے ایک بڑی جمعیت فراہم کرلی ہے۔ ان اطلاعات کے پیش نظر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک ہزار ۱۰۰۰ مسلمانوں کی نفری کے ساتھ شام کی طرف کوچ فرمایا۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھاگ گئے ہیں۔ لہذا ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر ہلہ بول دیا، کچھ ہاتھ آئے کچھ نکل بھاگے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چند دن قیام فرما کر بالآخر مدینہ پلٹ آئے۔

## ام المومنین جویریۃ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

سیدہ جویریہ کا اصل نام برّہ ہے۔ ان کے والد قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنوالمصطلق کے سردار تھے جن کا نام حارث بن ابی ضرار (یہ بھی مسلمان ہوگئے تھے) تھا۔ حضرت جویریہ بنوالمصطلق کے قیدیوں میں لائی گئی تھیں۔ اور حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں پڑی تھیں۔ انہوں نے حضرت جویریہ سے مکاتبت کرلی۔ یعنی ایک مقررہ رقم کے عوض آزاد کردینے کا معاملہ طے کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے مقررہ رقم ادا فرمادی اور شادی کرلی۔ اس شادی کے نتیجے میں مسلمانوں نے بنوالمصطلق کے سوگھرانے آزاد کردیے اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہیں۔ چنانچہ یہ اپنی قوم کے لیے ساری عورتوں سے بڑھ کر بابرکت ثابت ہوئیں۔ انتہائی عبادت گزار خاتون تھیں۔ ربیع الاول ۵۶ھ یا ۵۵ھ میں وفات پائی۔ عمر ۶۵ برس تھی۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَعَقْدُ رَيْحَانَةَ فِي ذِي الْخَامِسَةْ

اسی پانچویں ہجری میں ریحانہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا

## ریحانہ سے عقد نکاح:

انکا تعلق یہود کے خاندان بنونضیر سے تھا۔ غزوہ بنو قریظہ کے بعد جن یہودیوں کو قتل کیا گیا ان میں حکم (انکا شوہر) بھی شامل تھا اور ریحانہ کو جنگی قیدی کے طور پر مسلمانوں نے گرفتار کرلیا، آپ ﷺ نے انہیں حضرت ام المنذر بنت قیس کے گھر ٹھہرایا۔ ان کے قبول اسلام کے بعد وہ آپ ﷺ کے عقد میں آئیں۔

مصنف رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے کہ یہ آپ ﷺ کی زوجہ تھیں لیکن محققین علماء نے انکی زوجیت کا انکار کیا ہے اور انکا لونڈی ہونا ثابت کیا ہے۔

☆☆☆ ☆☆☆

# چھٹی ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ بَنُو لِحْيَانَ بَدْءُ السَّادِسَةْ

پھر چھٹی ہجری کے آغاز میں بنو لحیان کے خلاف مہم ہوئی

## بنو لحیان رجیع کا واقعہ:

بنو لحیان والوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ بھیج دیں ہم مسلمان ہو چکے ہیں کچھ سیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے زیر نگرانی دس صحابہ کو روانہ کیا۔ بنو لحیان والوں نے مقام رجیع میں ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے گھیرا، جیسے ہی صحابہ کو اندیشہ ہوا اس بات کا انھوں نے ایک محفوظ پہاڑی پر پناہ لے لی اور قبیلہ والوں کے ساتھ مقابلہ کیا جس میں کچھ صحابہ کو شہید کر دیا گیا اور بقیہ کو تسلیم ہو جانے کو کہا۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ اگر وہ اتر آئیں تو کچھ نہ کہیں گے، انکے کئے ہوئے وعدے پر تین صحابہ اتر آئے۔ ان خبیثوں نے انھیں اترنے کے ساتھ ہی باندھ دیا۔ ان تین میں سے ایک صحابی کو کفار کا یہ رویہ پسند نہیں آیا جس کے بعد کفار نے انہیں گھسیٹنا شروع کیا اور زبردستی کی لیکن وہ کسی طرح ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے تو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے اور مکہ میں لے جا کر انہیں بیچ دیا۔ کچھ دنوں تک تو وہ ان کے یہاں قید رہے آخر کفار نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ پھر بنو حارثہ انہیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ پڑھنے کے بعد کہا: اللہ کی قسم! اگر تمہیں یہ خیال نہ ہونے لگتا کہ مجھے گھبراہٹ ہے موت سے تو اور زیادہ دیر تک پڑھتا۔ اس کے بعد انھیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا شہادت سے قبل حضرت خبیب نے دل دہلا دینے والے اشعار پڑھے تھے۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اللہ نے بتلا دیا تھا۔ جس کے بعد آپ ﷺ یلغار کرتے ہوئے گئے جہاں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا تھا۔ پہنچے اور ان کے لیے رحمت کی دعائیں کیں۔ ادھر بنولحیان کو آپ کی آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر نکل بھاگے۔ اور ان کا کوئی آدمی گرفت میں نہ آسکا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَبَعْدَه اسْتِسْقَاؤُهُ وَذُو قَرَدْ ۞ وَصُدَّ عَنْ عُمْرَتِهِ لَمَّا قَصَدْ**

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے بارش کے لئے دعا کی، اور غزوہ ذو قرد ہوا

اور جب نبی ﷺ نے عمرے کا ارادہ کیا تو کفار نے روک دیا

## استسقاء کا واقعہ:

کسی غزوے سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ ایک روندی ہوئی وادی میں اترے جہاں پانی نہ تھا۔ اس وادی میں مشرکین مسلمانوں سے پہلے پہنچے اور انہوں نے وہاں پر پڑاؤ ڈالا۔

مسلمانوں کو پیاس لگی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ بعض منافقین کہنے لگے: اگر وہ نبی ہوتا جیسا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے تو اپنی قوم کے لیے اسی طرح پانی مانگتا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تھا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کہا ہے؟ اور فرمایا شاید تمہارا رب تمہیں پینے کے لیے پانی دے، پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی چنانچہ آپ ﷺ نے ابھی دعا سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے یہاں تک کہ بادلوں نے ان پر سایہ کر لیا۔ اور بارش ہو گئی اور وادی میں ندی بھر گئی اور لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور اپنی پیاس بجھائی۔

## غزوہ ذوقرد:

اس غزوہ میں ہوا یہ کہ بنو فزارہ عیینہ بن حصن کے لوگوں نے مسلمانوں کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، چرواہے کو قتل کر دیا، اس کی بیوی کو لے گئے اور جانور ہنکالے گئے، جب نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ان کا پیچھا کیا، لیکن آپ نے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ابو قتادہ کو ان کے پیچھے دوڑایا اور تمام جانوروں کو ان سے چھین لیا، یہاں تک کے وہ سارا سامان بھی چھوڑ گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ موقع پر پہنچے حالات دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے اس غزوہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سب سے تیز دوڑنے والے صحابی ہیں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ آپ گھوڑے سے بھی زیادہ تیز بھاگتے تھے۔ اسی جنگ میں کفار جب انکا پیچھا کرتے ہوئے قریب آئے تو انھوں نے ان سے کہا: تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں سلمہ بن اکوع ہوں، تم میں سے جس کسی کو دوڑاؤں گا بے دھڑک پالوں گا اور جو کوئی مجھے دوڑائے گا ہر گز نہ پاسکے گا۔ ان کی یہ بات سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

## عمرے سے روکے جانے کا واقعہ:

نبی کریم ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ وہ اپنے اصحاب سمیت مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف اور عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ جب آپ نے صحابہ کو اطلاع دی تو انھیں بڑی مسرت ہوئی اور ۱۴۰۰ صحابہ اس سفر کے لیے تیار ہو گئے۔

ادھر قریش کو پتا چلا تو انھوں نے خبر لینے کے لئے خالد بن ولید کو کچھ سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو یہ سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی کہ ہم تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارا مقصد تو صرف اللہ کی تعظیم ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ کچھ دیر کے لیے مجھ سے صلح کر لیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَيْعَةُ الرِّضْوَانِ أُولَى وَبَنَى    فِيهَا بِرَيْحَانَةَ هَذَا بَيِّنَا

پھر بیعتِ رضوان ہوئی، جس میں صحابہ نے جان قربان کرنے کی بیعت کی
اور اسی سال نبی ﷺ نے ریحانہ سے رشتہ قائم فرمایا، یہ بات واضح ہے

## بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ:

جب قریش کی طرف قاصد بھیجنے کی باری آئی تو حضرت عمر نے معذرت کرلی اور انھی کے کہنے پر حضرت عثمان کو روانہ کیا گیا کفار قریش کی طرف اور فرمایا: انہیں بتلادو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں عمرہ کرنے آئے ہیں۔ انہیں اسلام کی دعوت بھی دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر رہبر ان سے بات چیت کی، اسلام کی دعوت دی۔ قریش نے ان کو پیشکش کی کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرلیں مگر آپ نے یہ پیش کش مسترد کردی اور یہ گوارہ نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے طواف کرنے سے پہلے خود طواف کرلیں۔

اسی دورانیے میں حضرت عثمان کے کچھ دن زیادہ دیر تک رکے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے۔ خبر ملتے ہی آپ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کی دعوت دی۔ صحابہ کرام ٹوٹ پڑے۔ اور اس پر بیعت کی کہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے۔ ایک جماعت نے موت پر بیعت کی۔ سب سے پہلے ابوسنان اسدی نے بیعت کی۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے تین بار بیعت کی۔ شروع میں درمیان میں اور اخیر میں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے، پھر جب بیعت مکمل ہوچکی تو حضرت عثمان بھی آگئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ اس بیعت میں صرف ایک آدمی نے جو منافق تھا شرکت نہیں کی، اس کا نام جد بن قیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔

بہر حال قریش نے صورتِ حال کی نزاکت محسوس کرلی اور صلح کے لئے سہیل بن عمرو کو بھیجا، سہیل نے آپ کے پاس پہنچ کر دیر تک گفتگو کی۔ اور بالآخر طرفین میں صلح کی دفعات طے ہوگئیں۔ یہ صلح چار چیزوں پر مشتمل تھی:

1- آپ ﷺ اور صحابہ کرام اس سال عمرہ کئے بغیر لوٹ جائیں اور اگلے سال آئیں۔
2- دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے۔
3- عرب کے کسی قبائل کو مجبور نہیں کیا جائگا کسی کا حلیف بننے پر۔ جو جسکے عہد وپیمان میں داخل ہونا چاہے گا ہوسکے گا۔

4- قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا محمد اسے واپس کر دیں گے، لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

اس بیعت کے وقت صحابہ کرام بہت شدید غصے کی حالت میں تھے جن میں سرفہرست حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، ان کا خیال تھا کہ جب ہم لڑ سکتے ہیں کفار سے تو معاہدے میں ان کی باتیں کیوں کر تسلیم کی جائیں؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل کی۔ جس کے بعد عمر کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہ فتح ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا۔

سیدنا ابن مسعود وغیرہ سے مروی ہے کہ تم تو فتح فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔

## ریحانہ سے تعلق:

مصنف رحمہ کے نزدیک چونکہ یہ آپ ﷺ کی زوجیت میں شامل ہیں تو انھوں نے اسی سال ان سے تعلق کو اختیار کیا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَفُرِضَ الْحَجُّ بِخُلْفٍ فَاسْمَعَهْ**

اور حج فرض ہوا، لیکن اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، سن لو

## حج کی فرضیت:

مصنف رحمہ اللہ نے حج کی فرضیت کو ۶ھ میں ذکر کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے اور صحیح بات محققین علماء کی رائے ہے کہ حج کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم

☆☆☆ ☆☆☆

# ساتویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَكَـانَ فَتْحُ خَيْبَرِ فِي السَّـــابِعَةْ

اور خیبر فتح ہوا ساتویں ہجری میں

## فتح خیبر:

صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم ﷺ قریش کی طرف سے جب پوری طرح مطمئن اور مامون ہو گئے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ اب بقیہ گروہوں کا علاج کیا جا سکے جس میں یہود سر فہرت تھے۔ ان یہودیوں کی خباثتوں سے ویسے ہی مسلمان کافی تنگ تھے۔ اب چونکہ ان مجرم یہودیوں کے محاسبہ کے لیے فضا صاف ہو گئی تھی تو نبی کریم ﷺ نے خیبر کی روانگی کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ صرف وہی آدمی روانہ ہو سکتا ہے جسے واقعتاً جہاد کی رغبت اور خواہش ہے۔ اس اعلان کے نتیجہ میں آپ ﷺ کے ساتھ صرف وہی لوگ جا سکے جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اور ان کی تعداد صرف چودہ سو ۱۴۰۰ تھی۔

خیبر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا جو اس نے اپنے ارشاد کے ذریعہ فرمایا تھا:

﴿وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ﴾ [الفتح: ۲۰]

(اللہ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے تو اس کو تمہارے لیے فوری طور کر دیا)

جس رات خیبر کی حدود میں رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے فرمایا: میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرام نبی ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ ہر ایک یہی آرزو باندھے اور آس لگائے تھا کہ جھنڈا اسے مل جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں اور انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ (صحیح مسلم: 6223)

خیبر کی آبادی قلعوں پر مشتمل تھی۔ یہود نے جیسے ہی لشکر دیکھا تو سیدھے بھاگے اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہوگئے۔ یہ قلعہ مرحب نامی اس جانباز یہودی کا قلعہ تھا جسے ایک ہزار مردوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ حضرت علی مسلمانوں کی فوج لے کر اس قلعے کے سامنے پہنچے اور یہود کو اسلام کی دعوت دی۔ تو انہوں نے یہ دعوت مسترد کردی اور اپنے بادشاہ مرحب کی کمان میں مسلمانوں کے مدمقابل آکھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں اتر کر پہلے مرحب نے دعوتِ مبارزت دی۔ مرحب اپنی تلوار لے کر ناز و تکبر کے ساتھ اٹھلاتا اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا:

قد علمت خيبر أني مرحب شاكي السلاح بطل مجرب

إذا الحروب أقبلت تلبب

(خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پوش بہادر اور تجربہ کار! جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہوں)

ان کے مقابلے میں حضرت عامر اترے اور دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ اس وار سے ان کو کچھ زخم آئے اور جنگ سے واپس جانے پر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور یہ اشعار کہے:

أنا الذي سمتني أمي حيدره كليث غابات كريه المنظره

أوفيهم بالصاع كيل السندره

(میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر "شیر" رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا)

اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اس قلعے کے فتح ہوتے ہی یہودیوں نے ان باقی ماندہ قلعوں کو بھی خالی کردیا۔ جب کہ بعض قلعوں کو فتح کرنے میں زبردست مشکلات اور شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت علی ہی کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔

ابن ابی الحقیق یہودی آئے اور نبی ﷺ سے اس شرط پر صلح کرلی کہ قلعے میں جو فوج ہے اس کی جان بخشی کردی جائے گی۔ اور ان کے بال بچے انہی کے پاس رہیں گے یعنی انہیں لونڈی اور غلام نہیں بنایا جائے گا بلکہ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر خیبر کی سرزمین سے نکل جائیں گے۔ اور اپنے اموال، باغات، زمینیں، سونے، چاندی، گھوڑے، زرہیں، رسول اللہ کے حوالے کردیں گے۔ صرف وہ کپڑا لے جائیں گے جو انسان کی پشت پر ہو گا۔ اور اس طرح خیبر کی فتح مکمل ہو گئی۔

خیبر کے اموال غنیمت کی کثرت کا اندازہ صحیح بخاری میں مروی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے ہوتا ہے انہوں نے فرمایا: ہم لوگ آسودہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔ یعنی اللہ نے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو بہت مال سے نوازا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَحَظْرُ لَحْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةْ  فِيهَا وَمُتْعَةِ النِّسَا الرَّوِيَّةْ

اسی میں گھریلو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع کر دیا گیا

اور اسی سال متعہ بھی ممنوع قرار دیا گیا

## گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہوا:

عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن ہم نے گاؤں سے باہر کچھ گدھے پکڑ کر پکائے، اتنے میں نبی کریم ﷺ کے منادی نے آواز لگائی کہ رسول اللہ نے (گھریلو) گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے، لہذا تم لوگ ہانڈیاں الٹ دو، چنانچہ ہم نے ہانڈیاں الٹ دیں۔ ( صحیح البخاری:3155)

## نکاح متعہ کو حرام کیا گیا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خیبر کے دن نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔( صحیح البخاری:4216)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی شخص کا علم نہیں سوائے روافض کے جو اس کو جائز سمجھتے ہوں (یعنی اجماع امت سے اسکی حرمت ثابت ہے)۔

قال الناظم رحمه الله:

**ثُمَّ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ عَقَدْ وَمَهْرَهَا عَنْهُ النَّجَاشِيُّ نَقَدْ**

پھر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا

اور ان کا مہر نجاشی بادشاہ نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے ادا کیا

## ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ تھا اور آپ ابو سفیان بن حرب کی صاحب زادی تھیں۔ آپکی والدہ صفیہ بنت العاص آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پھوپھی تھیں۔ آپکا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا اور آپ نے عبید اللہ کے ہم راہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبید اللہ کے انتقال (کچھ کے نزدیک وہ مرتد ہوگئے تھے) کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے محرم ۷ھ میں عمرو بن امیہ ضمری کو اپنا خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تو نجاشی کو یہ پیغام بھی دیا کہ ام حبیبہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نکاح کر دے۔ اس نے ام حبیبہ کی منظوری کے بعد آپ کا نکاح کر دیا۔ نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نکاح پڑھایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے ۴۰۰ اشرفی حق مہر ادا کیا اور شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ انہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بھیج دیا۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خیبر سے واپسی کے بعد ان کی رخصتی کرائی۔ آپ نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔

**آپکے چند مناقب:**

1- ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ مہر آپکو عطا کیا گیا۔

2- آپ رسول اللہ ﷺ کے نسب کے اعتبار سے سب سے قریبی تھیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَسُمَّ فِي شَاةٍ بِهَا هَدِيَّةْ ثُمَّ اصْطَفَى صَفِيَّةً صَفِيَّةْ**

اسی موقع پر ایک زہریلی بکری نبی ﷺ کو ہدیہ کے طور پر دی گئی

پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ منتخب فرمایا

## آپ ﷺ کو زہر دینے کا واقعہ:

آپ ﷺ کو خیبر کی ایک یہودی عورت زینب بنت حارث نے ایک بھنی ہوئی بکری تحفہ میں بھیجی جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا، پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا: "اپنے ہاتھ روک لو، اس (گوشت) نے مجھے بتایا ہے کہ وہ زہر آلود ہے، چنانچہ بشر بن براء انصاری اس کے کھانے کی وجہ سے فوت ہو گئے، تو آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بلا کر فرمایا ایسا کرنے پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ وہ بولی: اگر آپ نبی ہیں تو جو میں نے کیا ہے وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں نے لوگوں کو آپ سے نجات دلا دی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور قصاصاً وہ قتل کر دی گئی، پھر آپ ﷺ نے اپنی اس تکلیف کے بارے میں فرمایا، جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی، کہ میں برابر خیبر کے اس کھانے کے اثر کو محسوس کر تا رہا یہاں تک کہ اب وہ وقت آگیا کہ اس نے میری شہہ رگ کاٹ دی۔

## ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں آپ قبیلہ بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی اور قریظہ کے رئیس کی نواسی تھیں۔ آپ کی پہلی شادی مسلم القرظی سے ہوئی اور بعد میں اس سے طلاق ہوگئی۔ اور دوسرا خاوند کنانۃ بن ابی الحقیر خیبر میں مارا گیا۔ حضرت صفیہ جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں۔ پس قیدیوں سے حضرت دحیہ قلبی نے حضرت صفیہ کو لے لیا۔ ایک آدمی نے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا کردی حالانکہ وہ قریظہ اور نضیر قبیلے کی سیدہ ہے، حالانکہ وہ صرف آپ کے شایان شان ہے۔ جس کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے انھیں اپنے لئے منتخب کرکے انہیں آزاد کرا کے ان سے نکاح کیا۔ آپکی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اس میں اختلاف ہے اور آپ بقیع میں مدفون ہیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ أَتَتْ وَمَنْ بَقِي مُهَاجِرَا وَعَقْدُ مَيْمُونَةَ كَانَ الآخِرَا

پھر باقی جو مہاجرین حبشہ میں تھے، وہ بھی مدینہ آگئے

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا آخری نکاح تھا

## حبشہ کے مہاجرین کی واپسی:

مہاجرین حبشہ جب واپس آئے تو اس وقت خیبر فتح ہوچکا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منارہے تھے۔ انکی واپسی مسلمانوں کے لئے دوہری خوشی کی باعث تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم جب مدینہ پہنچے تو نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرا استقبال کیا اور مجھے اپنے گلے لگا لیا اور فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے واپس آنے کی؟ حضرت جعفر اور انکے ہمراہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی تھے انکے لیے اور ان کے رفقاء کے لیے حصہ بھی لگایا اور مال غنیمت تقسیم کیا۔

کچھ مہاجرین پہلے ہی آچکے تھے اور بقیہ فتح خیبر کے موقع پر آگئے۔

## ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

ان کا پہلا نام برہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے میمونہ رکھ دیا۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث قبیلہ قریش کی اعلیٰ نصب خاتون تھیں۔ حضرت میمونہ کا نکاح پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا، لیکن کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ پھر ابو رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی ۷ھ میں وفات کے بعد آپ نبی ﷺ کے نکاح میں آئیں یہ نبی ﷺ کا آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہ سب سے آخری بیوی تھیں۔

یہ چار بہنیں تھیں اور ان چار بہنوں کی ایمان کی گواہی اللہ کے رسول ﷺ نے دی تھی۔

1- ام المومنین میمونہ۔
2- ام الفضل لبابۃ الکبری (سیدنا عباس کی زوجہ) جن سے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔
3- سلمٰی بنت عمیس (سیدنا حمزہ کی زوجہ محترمہ)۔ (ماں شریک بہن)
4- اسماء بنت عمیس (سیّدنا جعفر طیار کی زوجہ محترمہ)۔ (ماں شریک بہن)

ام المومنین میمونہ کی والدہ ہند بنت عوف کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ دامادوں کے اعتبار سے کوئی عورت اس خوش نصیب بڑھیا کے مقام کو نہیں پہنچ سکتی "العجوز أکرم الناس أصهارا"۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَقَبْلُ إِسْلَامُ أَبِي هُرَيْرَةْ    وَبَعْدُ عُمْرَةُ الْقَضَا الشَّهِيرَةْ

اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے
اور بعد میں مشہور عمرہ قضا ہوا

## امت کے محدث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا اسلام:

آپ کا نام عبد الرحمن بن صخر تھا اور آپ کی کنیت ابو ہریرہ تھی۔ اور اپنی کنیت کی وجہ سے کافی مشہور تھے۔ آپ یمنی تھے اور نسبی تعلق قبیلہ دوس سے تھا۔

آپکی کنیت کی وجہ ان سے پوچھی گئی تو خود فرمایا کہ مجھے ایک بلّی مل گئی تھی جسے میں نے اپنے بغل میں دبائے رکھا تھا اس لئے لوگ ابو ہریرۃ کہنے لگے اور اس بلّی کے بچوں کو آغوش میں لیا پھر تا تھا تو میرے والد نے یہ دیکھ کر پوچھا تمہاری آغوش میں کیا ہے تو میں نے انھیں بتا دیا اس پر انھوں نے کہا تم ابو ہریرۃ ہو۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ کچھ ایسا ہے کہ قبیلہ دوس کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت طفیل بن عمرو الدوسی تھے جنھوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور واپس اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ انکی دعوت پر مشرف بہ اسلام ہونے والے حضرت ابو ہریرۃ بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کے واقعہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن علماء اہل السیر نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آپ ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے ہی اپنے وطن میں مسلمان ہو چکے تھے۔

اسلام لانے کے بعد آپ عازم سفر ہوئے اور آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ کا رخ کیا۔ اس وقت آپ غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ آپ خیبر پہنچ کر آپ ﷺ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے اور غزوے میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

آپ اصحاب صُفّہ میں سے تھے۔ اصحاب صُفّہ طلبہ علم اور انتہائی غریب صحابہ کرام کی جماعت تھی۔ آپ فرماتے ہیں: بعض اوقات جب مجھے بھوک ستاتی تو میں کسی صاحب سے قرآن کی کوئی آیت پوچھتا حالانکہ وہ آیت مجھے خود یاد ہوتی۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ شائد وہ میری جانب متوجہ ہو کر مجھے کھانا کھلا دیں گے۔ اس فقر و فاقے کی زندگی گزارنے کے باوجود امت کے بڑے محسن ہیں کہ سب سے زیادہ نبی ﷺ کی احادیث کو روایت کرنے والے صحابی رسول ہیں (رضی اللہ عنہ)۔

## صلح حدیبیہ والے عمرے کی قضاء:

صلح حدیبیہ کے ایک سال پورا ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اپنے عمرہ کی قضاء کے طور پر عمرہ کریں۔ نبی ﷺ نے اہل حدیبیہ کو اس کے لیے کہا لیکن بعد میں کچھ اور لوگ بھی اس سفر میں شامل ہو گئے۔ ذو الحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور لبیک کی صدا لگائی۔ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی لبیک پکارا۔

مکہ میں داخلے کے وقت صحابہ کرام نے تلواریں حمائل کر رکھی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لیے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔ مشرکین مسلمانوں کا تماشہ دیکھنے کے لیے پہاڑ پر جا بیٹھے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ان (مسلمانوں) کو یثرب

کے بخار نے توڑ ڈالا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ پہلے تین چکر دوڑ کر لگائیں تاکہ مشرکین مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ کرلیں۔ مشرکین نے دیکھا تو کہنے لگے: یہ لوگ جن کے متعلق ہم سمجھ رہے تھے کہ بخار نے انہیں توڑ دیا ہے یہ تو ایسے اور ایسے لوگوں سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے ہمراہ عمرہ مکمل کیا تو وہاں تین دن تک قیام کیا۔ چوتھے دن صبح ہوئی تو مشرکین نے حضرت علی کے پاس آکر کہا اپنے صاحب سے کہو کہ ہمارے یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ مدت گزر چکی ہے۔ اس کے بعد رسول ﷺ وہاں سے نکل گئے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد چار عمرے کیے جو سب کے سب ذی القعدہ کے مہینہ میں تھے:

1- پہلا عمرہ حدیبیہ کے موقع پر۔
2- دوسرا عمرہ حدیبیہ کے اگلے سال قضاء والا۔
3- تیسرا عمرہ آپ ﷺ نے حج کے ساتھ کیا۔
4- چوتھا عمرہ جب آپ حنین کی جانب نکلے اور مکہ واپسی پر جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہوئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَالرُّسْلَ فِي مُحَرَّمِ الْمُحَرَّمِ أَرْسَلَهُمْ إِلَى الْمُلُوكِ فَاعْلَمِ**
**وَأُهْدِيَتْ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةْ**

اور محرم کے مہینے میں نبی ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے پاس دعوتی خطوط بھیجے
ان خطوط کے ذریعے نبی ﷺ نے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی، یہ جان لو
اور ماریہ قبطیہ نبی ﷺ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئیں

## ملوک کے پاس قاصدوں کا بھیجا جانا:

آپ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے معلومات رکھنے والے تجربہ کار صحابہ کو بطور قاصد منتخب فرمایا۔ اور انہیں بادشاہوں کے پاس خطوط دے کر روانہ فرمایا۔

1- قیصر: ان کے لئے دحیہ کلبی کو منتخب کیا گیا۔ اس نے اپنی بادشاہت چھن جانے کے خوف سے اسلام قبول نہیں کیا۔

2- کسریٰ: اس کے لئے عبد اللہ بن حذافہ کو منتخب فرمایا۔ سب سے برا ردِ عمل اس کا تھا، خط ملتے ہی تکبر سے چاک کر دیا۔

3- مصر: اس کے لئے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا گیا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن تحائف وغیرہ دے کر روانہ کیا جس میں ماریہ قبطیہ بھی تھیں۔

4- نجاشی: ان کے لئے عمرو بن امیہ ضمری کو منتخب کیا گیا۔ یہ مسلمان تھے اور بعض نے کہا خط کے بعد مسلمان ہوئے۔

## ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

آپ ﷺ نے جب شاہ مقوقس مصری کے نام خط جاری کیا تو انھوں نے جوابی خط کے ہمراہ چند تحائف بھی آپ کی خدمت میں بھیجے جن میں ماریہ قبطیہ باندی کے طور پر بھیجی گئیں تھیں۔ انھی کے بطن سے آپ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

ان کے ازواج مطہرات میں شامل ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک انکا شمار امہات المومنین میں ہوتا ہے لیکن محققین علماء نے ان کو لونڈی شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆ ☆☆☆

# آٹھویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

فِـيـهِ وَفِي الـثَّـامِـنَـةِ الـسَّـــرِيَّـةْ
لِمُؤْتَـةٍ سَــــارَتْ وَفِي الصِّـــيَـامِ قَـدْ كَـانَ فَـتْـحُ الْـبَـلَـدِ الْحَرَامِ

پھر آٹھویں سال میں لشکر روانہ کیا گیا
غزوۂ موتہ کے لئے، اور پھر رمضان میں
بلدِ حرام (مکہ مکرمہ) کی فتح ہوئی

## سریہ موتہ:

یہ سب سے بڑا خونریز معرکہ تھا جو مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ آپ ﷺ نے حارث بن عمیر ازدی کو اپنا خط دے کر حاکم بصریٰ کے پاس روانہ کیا تو انہیں قیصر روم کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو بلقاء پر مامور تھا گرفتار کر لیا اور بے دردی سے شہید کر دیا۔ آپ ﷺ پر یہ بات سخت گراں گزری اور آپ ﷺ نے اس علاقہ پر فوج کشی کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ کو مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ اگر زید قتل کر دیے جائیں تو جعفر اور جعفر قتل کر دیے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ سپالار ہوں گے اور اگر وہ بھی قتل کر دیے جائیں تو جس پر اتفاق ہو جائے اسی کو مقرر کیا جائے۔ اسلامی لشکر جنگ کی طرف روانا ہوا اور مدینہ والوں نے ان جانبازوں کو الوداع کہا۔ راستے میں کہیں پڑاؤ ڈالا تو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ روم بلقاء کے علاقے میں مآب کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کا لشکر خیمہ زن ہے اور ان کے ساتھ مزید ایک لاکھ کی تعداد میں عرب قبائل کے باشندے بھی جمع ہیں۔ یہ کل ملا کر دو لاکھ کی فوج ہوئی بمقابلہ صرف تین ہزار مسلمانوں کے۔ یہ تعداد ان کے سوچ سے بھی کہیں زیادہ کی تھی جسے سن

کر مسلمانوں نے مجلس شوری منعقد کی اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دینے کا سوچا لیکن حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے اس بات کی مخالفت کی اور یہ کہہ کر لوگوں کو گرمادیا کہ لوگو! اللہ کی قسم! جس چیز سے آپ کترا رہے ہیں یہ وہی تو شہادت ہے جس کی طلب میں آپ نکلے ہیں۔ پس انھی کی بات پر اتفاق ہوا۔

مسلمان موتہ کی جانب خیمہ زن ہوئے اور دشمن سے مزید قریب ہوگئے۔ اسی مقام میں فریقین کے درمیان ٹکراؤ ہوا اور نہایت تلخ لڑائی شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے چہیتے حضرت زید بن حارثہ نے علم لیا اور بہادری سے لڑے اور جام شہادت نوش کرگئے۔ دوسری باری حضرت جعفر کی تھی یہ بھی بہادری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا انھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑا یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا اور اس کے بعد انھیں بھی شہید کر دیا گیا انکے دونوں ہاتھ کٹنے کی وجہ سے اللہ نے جنت میں انھیں دو بازو عطا کئے جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں۔ اسی لیے ان کا لقب جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین پڑ گیا۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے شجاعت دیکھائی اور آگے بڑھ کر لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ رسول اللہ کو یہ ساری خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ بتادی۔

اس کے بعد صحابہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور انہوں نے جھنڈا لیتے ہی نہایت پر زور جنگ کی۔ اتنی شجاعت اور بہادری سے لڑے کہ خود فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اسی جنگ میں انہیں "سيف الله المسلول" کے لقب سے نوزا گیا اور اللہ نے آپکے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب کی اس دن کے بعد آپکو کبھی کسی جنگ میں شکست نہیں ہوئی۔ اس جنگ میں صرف تیرہ صحابہ شہید ہوئے۔

## فتح مکہ:

اس غزوے کا سبب یہ بنا کہ صلح حدیبیہ میں معاہدے کی ایک دفعہ یہ تھی کہ جو کوئی محمد ﷺ کے عہد وپیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عہد وپیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکتا ہے۔ اس دفعہ کے تحت بنو خُزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد وپیمان میں داخل ہوگئے اور بنو بکر قریش کے عہد وپیمان میں۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب دونوں فریق ایک دوسرے سے مطمئن ہوگئے تو بنو بکر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر چاہا کہ بنو خزاعہ سے پرانا بدلہ چکالیں۔ چنانچہ انھوں نے بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا۔ قریش نے اس حملہ میں بنو بکر کی مدد

کی۔ اس حملے کو لیکر عمرو بن سالم نبی ﷺ کے پاس آئے اور پورا قصہ ذکر کیا اور کچھ بنو خزاعہ کے لوگ بھی آئے بعد میں، نبی ﷺ کو اس عہد شکنی کی اطلاع دی اور اس کے بعد مکہ لوٹ گئے۔

قریش کو واقعہ کی نزاکت کا اندازہ ہوا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ابوسفیان کو عہد و پیمان کو مزید بڑھانے کے لئے روانہ کیا لیکن وہاں جاکر کچھ نہ بن سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور اس پورے معاملہ کو خفیہ رکھنے کو کہا۔ ادہر حاطب ابی بلتعہ نے قریش کو ایک رقعہ لکھ کر یہ اطلاع دے بھیجی کہ رسول اللہ حملہ کرنے والے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ خبر دی گئی اور اس خط کو ایک عورت سے بر آمد کیا گیا۔

آپ ﷺ تیار ہو کر دس ہزار ۱۰،۰۰۰ صحابہ کے ہمراہ نکلے اور مکے کا رخ کیا۔ راستے میں آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی مدینہ کی طرف ھجرت کی غرض سے آرہے تھے اور ابوسفیان بھی اسی دوران مسلمانوں کا پتا لگانے نکلے تھے، سیدنا عباس کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو وہ ابوسفیان کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے کہ ان کے لیے امان طلب کریں لیکن وہاں جاکر اللہ نے انھیں ایمان کے نور سے روشناس کردیا اور مسلمان ہوگئے۔ حضرت عباس نے کہا اے اللہ کے رسول! ابوسفیان اعزاز پسند ہے، لہذا اسے کوئی اعزاز دے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے اسے امان ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان بھاگے دوڑے مکہ پہنچے اور وہاں اعلان کردیا کہ نبی ﷺ بڑی لشکر کے ساتھ آرہے ہیں اور تم میں انکے ساتھ لڑنے کی قوت نہیں۔ اور سب کو بتادیا کہ جو میرے گھر میں داخل ہو گا اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کرلے اسے بھی امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔

رسول اللہ ﷺ آگے پیچھے اور گردو پیش میں موجود انصار و مہاجرین کے جلو میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے۔ آگے بڑھ کر حجر اسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے۔ آپ ﷺ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے، اور کہتے جاتے تھے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [الاسراء : ۸۱]

(حق آگیا اور باطل چلا گیا، باطل جانے والی چیز ہے)

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ بغیر لڑے اللہ نے ایک عظیم فتح مسلمانوں کو دلائی۔ اس موقع پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ سکونت کی ایک لہر تھی اور بڑا پر سکون ماحول تھا۔ اس فتح عظیم کی وجہ سے امن امان کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ اس فتح کے بعد پورے جزیرۃ العرب کے سیاسی اور دینی اُفق پر مسلمانوں کا سورج چمک اٹھا جس میں پوری صورت حال مسلمانوں کے قابو میں تھی۔ دیگر عرب قبائل کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارا نہیں تھا کہ وفود کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبَعْدَهُ قَدْ أَوْرَدُوا مَا كَانَ فِي يَوْمِ حُنَيْنٍ ثُمَّ يَوْمِ الطَّائِفِ

اور اس کے بعد مورخین نے بیان کیا جو کچھ پیش آیا

حنین کے دن، پھر طائف کے دن جو واقعات ہوئے

## غزوہ حنین:

فتح مکہ کے بعد کچھ طاقتور اور متکبر قبائل تسلیم نہیں ہونا چاہتے تھے ان قبیلوں میں ہوازن اور ثقیف سر فہرست تھے۔ انہیں یہ بات اپنی خودی اور عزت نفس کے خلاف معلوم ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کے سامنے سپر انداز ہو جائیں۔ ان لوگوں نے اپنے ساتھ اپنے مال، مویشی اور بال بچے سب لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے کوچ فرمایا۔ بارہ ہزار ۱۲،۰۰۰ کی فوج آپ کے ہمراہ تھی۔ دس ہزار وہ جو فتح مکہ کے لیے آپ کے ہمراہ تشریف لائی تھی اور دو ہزار باشندگان مکہ سے، جن میں اکثریت نو مسلموں کی تھی۔ کفار کی کل فوج بیس ہزار ۲۰،۰۰۰ تھی۔ دوران سفر مسلمانوں نے لشکر کی کثرت کے پیش نظر کہا کہ ہم آج ہر گز مغلوب نہیں ہو سکتے اور یہ بات رسول اللہ ﷺ پر گراں گذری تھی۔

کفار کے ساتھ مسلمانوں کا آمنا سامنا حنین میں ہوا۔ وہ دشمن کے وجود سے قطعی بے خبر تھے۔ اس لیے وہ بے خبری کے عالم میں پورے اطمینان کے ساتھ قریب ایک وادی میں اتر رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ اس اچانک

حملے سے مسلمان سنبھل نہ سکے اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی کسی کی طرف تاک نہ رہا تھا۔ بالکل فاش شکست تھی۔ اللہ نے قرآن میں اسکا ذکر یوں کیا:

﴿إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا﴾ [التوبة : ]

(جب تمہیں تمہاری کثرت نے غرور میں ڈال دیا تھا۔ پس وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی)

ان نازک ترین لمحات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا۔ یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ ﷺ کا رخ کفار کی طرف تھا اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب

(میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

اسکے بعد آپ ﷺ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے آواز دیں۔ چنانچہ انکی ندا سن کے مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور دوبارہ میدان میں آگئے دیکھتے دیکھتے فریقین میں دھواں دھار جنگ شروع ہوگئی۔ اس دوران فرشتوں کے ذریعے بھی اللہ نے مدد بھیجی:

﴿وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [التوبة : ]

(اور ایسے لشکر بھیجے جسے تم لوگوں نے نہیں دیکھا)۔

اسی دوران آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: "شاهت الوجوه" (چہرے بگڑ جائیں)۔ یہ مُٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے بھر نہ گئی ہو۔ مٹی پھینکنے کے بعد چند ہی ساعت گذری تھی کہ دشمن کو فاش شکست ہوگئی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں قیدی چھ ہزار ۶۰۰۰، اونٹ چوبیس ہزار ۲۴,۰۰۰، بکری چالیس ہزار ۴۰,۰۰۰ سے زیادہ، چاندی چار ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ ۱۲۰ گرام ہوتا ہے)۔ اس پورے مال غنیمت کو جعرانہ میں روک کر حضرت مسعود بن عمرو غفاری کی نگرانی میں دے دیا۔ تاکہ تقسیم بعد میں کیا جاسکے۔

## غزوہ طائف:

جنگ حنین میں فاش شکست کھانے کے بعد ہوازن و ثقیف کے بیشتر شکست خوردہ افراد بھاگ کر طائف ہی آئے تھے اور قلعہ بند ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ طائف پہنچے اور قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ بیس دنوں تک رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے اہل طائف پر منجنیق نصب کی اور متعدد گولے پھینکے، جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔

جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور قلعہ قابو میں آتا نظر نہ آیا اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی تب آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا اور وہاں سے چلے گئے۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ثقیف پر بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔ تاریخ نے دیکھا کہ یہ لوگ بعد میں اسلام بگوش ہوئے۔ یہ لوگ جنگجو قبائل تھے اور کافی مہارت رکھتے تھے (خلافت صدیقی کے دور میں ارتداد کے فتنے میں بنو ثقیف پیش پیش رہے اور بہت فتوحات میں انکا اچھا کردار رہا)۔

محاصرے سے واپسی پر جعرانہ پر آئے جہاں مال غنیمت چھوڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے سارا مال "مؤلفة القلوب" جو نئے مسلمان ہوئے تھے ان میں تقسیم کر دیا جس پر انصار نے ناراضگی کا اظہار کیا تو نبی ﷺ نے انھیں بلوا کر ان سے فرمایا: اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟ رسول اللہ ﷺ کا یہ خطاب سن کر لوگ اس قدر روئے کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور کہنے لگے: ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَبَعْدُ فِي ذِي الْقَعْدَةِ اعْتِمَارُهْ　　مِنَ الْجِعِرَّانَةِ وَاسْتِقْرَارُهْ**

اس کے بعد ذوالقعدہ میں آپ ﷺ نے عمرہ ادا کیا

جعرانہ سے، اور پھر وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا

## جعرانہ سے عمرہ:

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر جعرانہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا۔ یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ آپ ﷺ نے یہاں تیرا دنوں تک قیام کیا اس کے بعد عتّاب بن اسید کو مکہ کا والی بنا کر مدینہ روانہ ہو گئے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَبِنْتُهُ زَيْنَبُ مَاتَتْ ثُمَّا ... مَوْلِدُ إِبْرَاهِيمَ فِيهَا حَتْمَا

پھر آپ ﷺ کی بیٹی زینب کا انتقال ہوا

اور اسی سال حضرت ابراہیم (بیٹے) کی ولادت ہوئی

## آپ ﷺ کی بیٹی زینب کی وفات:

ہبار بن اسود نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو ان کی ہجرت کے موقع پر ایسا کچو کا مارا تھا کہ وہ ہودج سے ایک چٹان پر جا گری تھیں اور اس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وفات کے وقت وہی زخم تازہ ہو گئے تھے جو اس واقعہ میں انہیں پہنچے تھے۔

آپ ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے کیونکہ اس کو میری وجہ سے بہت تکالیف پہنچی ہیں۔

آپ ﷺ ان کی وفات پر بہت غمزدہ تھے، عورتیں رو رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دکھ جو آنکھ اور دل سے ظاہر ہو وہ اللہ کی طرف سے ایک پیدا شدہ جذبہ ہے اور رحمت اور طبیعی محبت کا نتیجہ ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہو وہ شیطانی فعل ہے۔

## آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی پیدائش:

رسول اللہ ﷺ کے فرزند جناب ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر حضرت سلمٰی نے اپنے خاوند ابو رافع کو بچے کی خوشخبری دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، انہوں نے جاکر اطلاع دی آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اللہ نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے میں نے اپنے جد جناب ابراہیم علیہ السلام کے نام پر اس کا نام "ابراہیم" رکھا ہے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَوَهَبَتْ نَوْبَتَهَا لِعَائِشَةْ    سَوْدَةُ مَا دَامَتْ زَمَانًا عَائِشَةْ

اور سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری عائشہ کو دے دی

جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں

## ام المومنین سودہ کا حقوق سے دستبرداری:

ام المومنین سودہ رضی اللہ عنھا کے مزاج میں تیزی تھی، جسم بھاری تھا، عمر بھی خاصی ہو چکی تھی۔ ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں اللہ کے رسول ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔ مگر ان کی خواہش تھی کہ قیامت کے روز ازواج مطہرات کے زمرے میں اٹھائی جائیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی کہ میں اپنی باری حضرت عائشہ کو "ہبہ" کر دینا چاہتی ہوں۔ پھر آپ حضرت عائشہ کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

قال الناظم رحمه الله:

وَعُمِلَ الْمِنْبَرُ غَيْرَ مُخْتَفِ    وَحَجَّ عَتَّابٌ بِأَهْلِ الْمَوْقِفِ

اور منبر تیار کیا گیا، سب کے سامنے

اور عتاب (بن اسید) نے اہل مکہ کو حج کرایا

## آپ ﷺ کے لئے منبر کا بنایا جانا:

مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ جب خطبہ کے لیے تشریف لاتے تو آپ ان میں سے ایک تنے کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ پھر ایک انصاری عورت نے کہا یارسول اللہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے، کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک منبر تیار کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو کر دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے لیے منبر تیار کر دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ ﷺ اس منبر پر تشریف لے گئے۔ اس پر اس کھجور کے تنے سے بچے کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ جس طرح بچوں کو چپ کرنے کے لیے لوریاں دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی طرح اسے چپ کرایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ تنا اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اللہ کے اس ذکر کو سنا کرتا تھا جو اس کے قریب ہوتا تھا۔

## عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ کا حج:

آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے حضرت عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا والی مقرر کیا تھا۔ پھر اسی سال کا حج آپکی امارت میں ادا ہوا کہ انھیں نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ پر اپنا عامل بنایا تھا۔ اگرچہ عتاب بن اسید کو حج کی ذمہ داری سونپی گئی تھی لیکن مسلمانوں اور مشرکین کے حج میں اس وقت تک کوئی امتیاز قائم نہ کیا جاسکا تھا۔

مکہ میں بعض مقرر اشخاص:

1- عتّاب بن اسید: یہ مکہ کے گورنر تھے۔

2- معاذ بن جبل: یہ مکہ میں بطور معلّم مقرر تھے۔

3- ابو محذورہ: یہ بطور مؤذن مقرر کئے گئے تھے۔

☆☆☆ ☆☆☆

# نویں ہجری کے واقعات

❁ قال الناظم رحمه الله:

**ثُمَّ تَبُوكَ قَدْ غَزَا فِي التَّاسِعَةْ    وَهَدَّ مَسْجِدَ الضِّرَارِ رَافِعَهْ**

پھر غزوۂ تبوک آپ ﷺ نے نویں ہجری میں کیا

اور مسجدِ ضرار کو منہدم کیا

## غزوہ تبوک:

اب اندرونی مشکلات کا تقریباً خاتمہ ہوچکا تھا اور مسلمان شریعت الٰہی کی تعلیم عام کرنے اور اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے یکسو ہوگئے تھے۔ اس لیے جہاد اسلامی کی فرضیت اور دعوت اسلامیہ کی عالمی تبلیغ کا تقاضا تھا کہ اب نبی کریم ﷺ اپنی دعوتی کوششوں کا رخ ان رومیوں کی طرف کرتے جو بلاد عربیہ کے پڑوسی تھے۔ اس جنگ کا سبب یوں بنا کہ شرحبیل بن عمرو غسانی جو رومیوں کا آلۂ کار تھا، اس نے حارث بن عمیر ازدی کو قتل کر دیا جو رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر بصری کے حاکم کے پاس جارہے تھے۔ اسی حادثے کے نتیجہ میں موتہ نامی مقام پر ان سے مسلمانوں نے خوفناک ٹکر لی مگر یہ لشکر ان متکبر ظالموں سے انتقام لینے میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکا۔

ادھر مدینہ میں پے درپے خبریں پہنچ رہی تھیں کہ رومی مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن معرکے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ہمہ وقت کھٹکا لگا رہتا تھا۔ منافقین بھی اسی دوران مسلمانوں کے حوصلہ شکنی کے لئے کوشاں تھے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رومیوں کے خلاف جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا جبکہ لوگ شدید تنگدستی سخت گرمی اور خشک سالی سے دوچار تھے، اور فی الحال نہیں چاہتے تھے کہ وہ دور کا سفر کریں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو پہلے سے اطلاع دے دی کیونکہ راستہ طویل تھا، مدت لمبی مطلوب تھی، اور دشمن کی تعداد کثیر تھی (تقریباً دولاکھ کے قریب) تاکہ لوگ اچھی طرح تیار ہوکر نکلیں۔

وقت کی مناسبت دیکھ کر آپ ﷺ نے صدقہ وخیرات کرنے کی فضیلت بیان کی اور اللہ کی راہ میں اپنا نفیس مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی۔ یہ سن کر سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اجر وثواب کے حصول کے لیے صدقہ کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے۔ سیدنا ابو بکر اپنا سارا مال لے کر آئے جو چار ہزار درہم تھا۔ جناب عمر بن خطاب اپنا نصف مال لے کر آئے۔ عبد الرحمن بن عوف یک سو اوقیہ سونا لے کر آئے۔ عباس بن عبد المطلب، طلحہ بن عبید اللہ اور عاصم بن عدی رضی اللہ عنہم بہت سارے اموال لے کر آئے۔ مسلمان عورتوں نے اپنے زیورات وجواہر صدقہ کر دیے۔ اس جنگ میں حضرت عثمان کی عظیم سخاوت سامنے آئی، انھوں نے بہت مال خرچ کیا یہاں تک کہ ان کے صدقے کی مقدار نقدی کے علاوہ 900 اونٹ اور ایک سو گھوڑوں تک جا پہنچی۔ اسی دن آپ نے حضرت عثمان کے بارے میں فرمایا آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں، ان کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ نے یہ بات بار بار دہرائی۔

اب اس دھوم دھام جوش وخروش اور بھاگ دوڑ کے نتیجے میں لشکر تیار ہو گیا۔ صحابہ کرام کی تعداد تیس ہزار ۳۰،۰۰۰ تھی۔ سفر جاری رہا یہاں تک کہ اسلامی لشکر تبوک میں اتر کر خیمہ زن ہوا۔ وہ رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار تھا۔ لیکن روم اور ان کے حلیفوں کا یہ حال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر ان کے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی "نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ " (ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی)۔ انہیں آگے بڑھنے اور ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور وہ اندرون ملک مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ ان کے اس طرز عمل کا اثر جزیرہ عرب کے اندر اور باہر مسلمانوں کی فوجی ساکھ پر بہت عمدہ مرتب ہوا۔ اس طرح کوئی ٹکر نہ ہوئی۔ اللہ تعالی جنگ کے معاملے میں مومنین کے لیے کافی ہوا۔

مدینہ میں آپ ﷺ کی آمد کی خبر پہنچی تو عورتیں بچے اور بچیاں باہر نکل پڑیں۔ اور زبردست اعزاز کے ساتھ لشکر کا استقبال کرتے ہوئے یہ نغمہ گنگنایا۔

طلع البدر علينا　　من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا　　ما دعا لله داع

(ہم پر ثنیۃ الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارے ہم پر شکر واجب ہے)

امام ابن القیم رحمہ اللہ کے نزدیک یہی راجح ہے کہ مدینہ کی عورتوں نے آپ کی شان میں یہ اشعار غزوہ تبوک سے واپسی ہوتے وقت پڑھے تھے، ہجرت کے وقت نہیں۔

اس جنگ میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ تین صحابی کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم اجمعین بغیر کسی عذر کے جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ﴾ [التوبة : 118]

(اور ان تین شخصوں پر بھی (مہربان ہوگیا) جو پیچھے رہے تھے، یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی)

جس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان تینوں سے بات چیت نہ کریں۔ چنانچہ ان کے خلاف سخت بائیکاٹ شروع ہوگیا۔ لوگ بدل گئے، زمین کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئی۔ سختی یہاں تک بڑھی کہ چالیس روز گزرنے کے بعد حکم دیا کہ اپنی عورتوں سے بھی الگ ہو جائیں، لیکن جب بائیکاٹ کے پچاس روز پورے ہوئے تو اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کرلی اور یہ تینوں بشمول دیگر صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

## مسجد الضرار کو گرایا گیا:

مسجد ضرار کی بنیاد اہل ایمان کے درمیان تفرقہ اندازی اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر اور ان سے لڑنے والوں کے لیے گھات کی جگہ فراہم کرنے کے ناپاک مقصد پر رکھی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة : ١٠٧]

(اور وہ منافقین بھی ہیں جنھوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کی باتیں کرنے کے لیے اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی)

منافقین نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ﷺ اس میں نماز پڑھ دیں۔ اس سے منافقین کا مقصد یہ تھا کہ وہ اہل ایمان کو فریب میں رکھیں اور انہیں پتہ نہ لگنے دیں کہ اس مسجد میں ان کے خلاف سازش اور دسیسہ کاری کی کارروائیاں انجام دی جارہی ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں نماز کی ادائیگی کو جنگ سے واپسی تک کے لیے مؤخر کر دیا۔

رسول الله ﷺ جب تبوک سے مدینہ واپس آنے لگے، اور مقام ذی اوان میں ٹھہرے، تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام مسجد ضرار کی خبر لے کر آئے، اور آپ ﷺ کو منافقین کے کفر اور تفریق بین المسلمین کی سازش کی اطلاع دی۔ آپ نے فوراً مدینہ پہنچنے سے پہلے کچھ صحابہ کرام کو بھیج کر اس مسجد کو مسمار کروادیا۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَحَجَّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ وَثَمْ ... تَلا بَرَاءَةً عَلِيٌّ وَحَتَمْ**

**أَنْ لَا يَحُجَّ مُشْرِكٌ بَعْدُ وَلاَ ... يَطُوفُ عَارٍ ذَا بِأَمْرِ فُعِلاَ**

اور لوگوں کو حج حضرت ابو بکر نے کرایا

اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۂ براءت (توبہ) سنائی

کہ اب مشرک حج نہ کرے

اور نہ کوئی برہنہ طواف کرے، یہ حکم دیا گیا

## حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا گیا:

اسی سال آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حج کے لیے بھیجا اور سیدنا ابو بکر صدیق کو اس قافلہ حج کا امیر مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ کی دو سال حج پر نہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اب تک مشرکین دور جاہلیت کے رواجات کے مطابق مناسک ادا کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق کی روانگی کے بعد سورۃ براءت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ جن کی بنا پر مشرکین سے صرف بیت اللہ شریف میں داخلہ پر ہی پابندی نہ لگائی گئی بلکہ ان سے مکمل برأت کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد آپ نے سیدنا علی کو بھی بھیج دیا کہ وہ حج کے اجتماع عظیم میں ان آیات کا اعلان کر دیں۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: سیدنا علی نے بھی ہمارے ساتھ منیٰ میں برأت کی منادی کی اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔

سیدنا علی سے پوچھا گیا کہ حج میں آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چار باتیں۔

1- ایک یہ کہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

2- دوسرا جس کافر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا معاہدہ صلح ہے وہ مدت مقررہ تک بحال رہے گا۔

3- تیسرا جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ان کے لیے چار ماہ کی مدت ہے یا تو وہ اسلام لے آئیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے یا پھر یہاں سے چلے جائیں۔

4- چوتھا یہ کہ اس سال کے بعد مشرک اور مسلمان حج میں جمع نہ ہوں گے۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَجَاءَتِ الْوُفُودُ فِيهَا تَتْرَى هَذَا وَمِنْ نِسَاهُ آلَى شَهْرَا

اور وفود مسلسل آنے لگے

اسی دوران آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک مہینے کے لیے کنارہ کشی کی

## عام الوفود:

عرب قبائل کو مسلمانوں اور قریش کے درمیان فتح وشکست کا انتظار تھا وہ اپنے قبول اسلام کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے۔ ان کے نزدیک قریش اور مکہ کی سرزمین مقدس سمجھی جاتی تھی اسی لیے ان کا عقیدہ تھا کہ مکہ پر اسی کا غلبہ ہو گا جو حق پر ہو گا۔ چنانچہ جیسے ہی مکہ فتح ہوا اور قریش سرِ خم تسلیم ہو گئے تو ان تمام عرب قبائل نے اسلام کا اعلان کر دیا جو اب تک شرک پر اڑے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ یہ سب قبائل وفود کی شکل میں آنے لگے اہل مغازی نے جن وفود کا تذکرہ کیا ہے ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔ ہم یہاں صرف چار قبائل کا ذکر کرینگے جو قریش کے بعد سب سے بڑے قبائل سمجھے جاتے تھے اور احادیث مبارکہ میں جو اکثر تعلیمات اور نصیحتیں ملتی ہیں وہ اکثر و بیشتر انھیں کو دی گئیں تھیں:

1- بنو تمیم: بنو تمیم کا ایک بڑا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس میں ان کے مشہور سرداران شامل تھے۔ بنو تمیم کی فضیلت میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے جب سے رسول اللہ کی زبان مبارک سے بنو تمیم

کے بارے میں تین باتیں سنی ہیں، ان سے محبت کرنے لگا ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: یہ لوگ دجال سے مزاحمت میں شدید ہوں گے۔( صحیح البخاری(4366:

2- اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس ان میں سے ایک لونڈی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ اسے آزاد کر دو، یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، اور جب ان کے صدقات آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔( ایضاً(

3- بنو طئ: یہ عدی بن حاتم کا قبیلہ تھا۔ جب ان کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، ان میں ایک آدمی "زید الخیل" نام کا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی میرے پاس کسی شخص کی تعریف کی گئی تو سامنے ملنے پر میں نے اسے کم ہی پایا لیکن اس کی تعریف اتنی نہیں کی گئی جتنی کا وہ مستحق تھا۔ آپ ﷺ نے پھر اس کا نام "زید الخیر" رکھ دیا، اور اسے بہت سارے تحائف اور زمین و جائداد سے نوازا۔

4- بنو حنفیہ: رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی حنفیہ کا وفد آیا ان میں "مسیلمہ کذاب" بھی تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آیا تو کہنے لگا: اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنادے گا تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت ثابت بن قیس بن شماس تھے، اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک لکڑی تھی، مسیلمہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تھا، آپ نے فرمایا اگر تم مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا بھی مانگو گے تو نہیں دوں گا۔

5- بنو قیس: ایک دن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے دوران گفتگو فرمایا کہ عنقریب ادھر سے سواروں کی ایک جماعت آئے گی جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ عمر کھڑے ہو کر اس جانب دیکھنے لگے، تو تیرہ سواروں کا ایک قافلہ آرہا تھا۔ انہوں نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ کہا: ہم بنی عبد القیس کے لوگ ہیں۔ اس کے بعد وہ تیزی سے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور آپ ﷺ کا دستِ مبارک پکڑ کر اسے چومنے لگے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اتنے مشغول ہوگئے کہ ظہر کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکے اور بعد میں ان کو عصر کے بعد ہی ادا کیں۔

## آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایلاء کیا:

مسلمانوں کی کثرت سے فتوحات کے نتیجے میں جب حالت کچھ بہتر ہو گئے تو انصار و مہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر آپ ﷺ کی بیویوں نے بھی نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا۔ آپ ﷺ کسی صورت اپنی زہد و قناعت کی زندگی ترک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ آپ ﷺ تو اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔" (اے اللہ! آل محمد کا رزق گزارے کے برابر کر دے)۔ (صحیح البخاری:6460)

بیویوں کے اصرار پر آپ ﷺ کو سخت رنج اور صدمہ ہوا اور آپ نے قسم کھالی کہ میں ایک ماہ تک تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ اسے "ایلاء" کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الاحزاب: ٢٨]

(اے میرے نبی! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہئے، تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں)

﴿وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: ٢٩]

(اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسول چاہئے اور آخرت کی بھلائی چاہئے، تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک عمل کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ازواج مطہرات میں سب سے پہلے سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس جا کر کہا: میں تم سے ایک بات کہنے لگا ہوں کوئی حرج نہیں کہ اس کے جواب میں جلدی نہ کرو اور اپنے ماں باپ سے مشورہ کر لو۔ عائشہ نے کہا: کیا میں اس کے متعلق اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی باقی بیویوں کو بھی اختیار دیا، انھوں نے بھی وہی بات کہی جو عائشہ رضی اللہ عنھا نے کہی تھی۔

✽ قال الناظم رحمه الله:

ثُمَّ النَّجَاشِيَّ نَعَى وَصَلَّى عَلَيْهِ مِنْ طَيْبَةَ نَالَ الْفَضْلَا

پھر نجاشی کا انتقال ہوا اور آپ ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی

مدینہ سے ہی نماز پڑھی، اور اسے شرف بخشا گیا

## نجاشی کی وفات اور جنازہ:

نجاشی رحمہ اللہ حبشہ کے بادشاہ تھے ان کا نام "اصحمہ" تھا۔ یہ آپ ﷺ کے دور میں موجود ہونے کے باوجود صحابیت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ ایسے شخص کو شرعی اصطلاح میں "مُخضرم" کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دے دی تھی جس دن ان کا انتقال ہوا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائی کی مغفرت کے لیے دعا کرو اور آپ صحابہ کرام کے ساتھ جنازہ گاہ تشریف لے گئے پھر آپ نے ان کا غائبانہ جنازہ بھی پڑھایا۔

☆☆☆ ☆☆☆

# دسویں اور آخری ہجری کے واقعات

قال الناظم رحمه الله:

وَمَاتَ إِبْرَاهِيمُ فِي الْعَامِ الْأَخِيرْ وَالْبَجَلِيْ أَسْلَمَ وَاسْمُهُ جَرِيرْ

اور حضرت ابراہیم (بیٹا) آخری سال میں وفات پاگئے

اور قبیلہ بجیلہ کے جریر اسلام لائے

## ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی وفات:

آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ جنگ تبوک کے کچھ عرصے کے بعد بیمار ہوگئے، اس وقت ان کی عمر سولہ یا اٹھارہ ماہ تھی۔

جناب انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ابراہیم کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے جان کنی کی حالت میں دیکھا، آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے، سیدنا عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے اور آپ کے مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہوگئے:

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

(آنکھ آنسو بہا رہی ہے، اور دل غمزدہ ہے، لیکن ہم وہی بولیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے، اللہ کی قسم! اے ابراہیم ہم تیرے فراق پر بہت زیادہ غمگین ہیں)

جس دن ابراہیم کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج گرہن لگا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ غالبا یہ سورج گرہن ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِي

(یقیناً چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے)

(صحیح البخاری:1063)

## حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ دراز قد خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کو "یوسف ھذہ الامۃ" (اس امت کا یوسف) کہا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں: میں نے جب سے اسلام قبول کیا رسول اللہ ﷺ نے مجھے کبھی اپنے حجرے سے باہر نہیں روکا اجازت طلب کرنے پر اور آپ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا آپ مسکرائے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپکے اسلام کے بعد آپ کا بہت اکرام کیا اور صحابہ کرام سے فرمایا: "إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ" (جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو)۔ رسول اللہ ﷺ نے آپکو اپنی چادر پر بٹھایا۔

آپ انتہائی بہادر تھے لیکن گھوڑ سواری کے فن میں (جو ایک مجاہد کے لیے بہت ضروری ہے) کچھ کمزور تھے، جب آپ ﷺ نے انھیں ایک جنگ پر روانہ کیا تو حضرت جریر کو یہ شکایت تھی کہ وہ گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے، گرنے کا خطرہ محسوس کرتے تھے، اس لیے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی اور آپ نے انکے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا"

(اے اللہ اسے ثابت قدمی نصیب فرما اور اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا دے)

(صحیح البخاری:3036)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَحَجَّ حِجَّةَ الْوَدَاعِ قَارِنَا    وَوَقَفَ الْجُمْعَةَ فِيهَا آمِنَا
وَأُنْزِلَتْ فِي الْيَوْمِ بُشْرَى لَكُمُ    (اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)

اور آپ ﷺ نے حجۃ الوداع قران کے ساتھ ادا کیا

اور جمعہ کے دن عرفات میں وقوف فرمایا، امن واطمینان سے

اور اسی دن تمہارے لئے خوشخبری نازل ہوئی

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا"

## حجۃ الوداع:

نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد صرف ایک حج (حجۃ الوداع) سن ۱۰ ہجری میں کیا۔ آپ ﷺ نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان کروادیا کہ آپ حج کے لیے نکلنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی ہودجوں میں سوار ہو کر نکلیں۔ اعلان سن کر مسلمانوں کا ایک جم غفیر بھی جمع ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حج قران کی نیت کی اور صحابہ کرام کو احرام کی نیت کرتے وقت تینوں قسم کے حج (حج افراد، حج قران اور حج تمتع) کے درمیان اختیار دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حج کے مناسک ادا کئے اور وقوف عرفہ پر آپہنچے اور فرمایا: بطن عُرنہ کے سوا پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔ اسی حالت وقوف میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ: ]

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا)

حضرت عمر یہ آیت سن کر رونے لگے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: اس لیے کہ کمال کے بعد زوال ہی تو ہے۔ یہودیوں نے اسی آیت کے متعلق حضرت عمر سے کہا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ اگر ہمارے یہاں وہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم جس دن وہ نازل ہوئی ہوتی اس دن عید منایا کرتے۔ نیز آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ

آپ ﷺ سے حج کے مناسک سیکھ لیں اور فرمایا: شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔ اور شاید تم لوگ مجھے اس سال کے بعد نہ دیکھ سکو گے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو الوداع کہا تھا اسی لیے اس حج کا نام "حجة الوداع" پڑ گیا۔

حجۃ الوداع کا خطبہ تین الگ الگ دنوں پر مشتمل ہے:

1- خطبہ یوم عرفہ 9 ذوالحجہ۔

2- خطبہ یوم النحر ۱۰ ذوالحجہ۔

3- خطبہ یوم الرؤس اوسط ایام التشریق ۱۲ ذوالحجہ۔

اس خطبہ کا خلاصہ یہ ہے: مرد وزن کے حقوق و فرائض، انسانی مساوات، حرمت سود، جاہلیت کے خون کی معافی، ذاتی ذمہ داریاں، اطاعت امیر، باہمی سلوک، بدکاری کا خاتمہ، حفاظت نسب، قوم کی ہلاکت کے مرض کی نشاندہی، اہمیت علم، احترام انسانیت، بڑے دشمن کی پہچان، حکمرانوں کی خیر خواہی، سچ کی تلقین، حفاظت دین اور درس اتحاد وغیرہ۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

**وَمَوْتُ رَيْحَانَةَ بَعْدَ عَوْدِهْ ۝ وَالتِّسْعُ عِشْنَ مُدَّةً مِنْ بَعْدِهْ**

اور حج سے واپسی کے بعد ریحانہ کا انتقال ہوا

اور آپ ﷺ کی نو ازواج آپ ﷺ کے بعد کچھ مدت زندہ رہیں

## ریحانہ کی وفات:

حجۃ الوداع سے واپسی پر ریحانہ کی وفات ہوئی۔ یہ آپ ﷺ کی ملک یمین تھیں۔

آپ ﷺ کی حیات میں ازواج مطہرات میں سے صرف دو کی وفات ہوئی ایک ام المومنین حضرت خدیجہ اور دوسری ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما۔

آپ ﷺ کی وفات تک (کل ۹) ازواج مطہرات حیات رہیں۔ اور وفات کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والی ام المومنین حضرت زینب بنت جحش تھیں اور سب سے آخر میں ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہما تھیں۔

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَيَوْمَ الِاثْنَيْنِ قَضَى يَقِينَا    إِذْ أَكْمَلَ الثَّلَاثَ وَالسِّتِّينَا
وَالدَّفْنُ فِي بَيْتِ ابْنَةِ الصِّدِّيقِ    فِي مَوْضِعِ الْوَفَاةِ عَنْ تَحْقِيقِ
وَمُدَّةُ التَّمْرِيضِ خُمْسَا شَهْرِ    وَقِيلَ بَلْ ثُلْثٌ وَخُمْسٌ فَادْرِ

اور یقینی طور پر پیر کے دن آپ ﷺ کا وصال ہوا
جب آپ ﷺ نے 63 سال مکمل کئے
اور دفن حضرت ابو بکر کی بیٹی (عائشہ) کے حجرے میں کیا گیا
اسی جگہ جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا، یقینی طور پر
اور بیماری کی مدت پانچ دن رہی
اور کہا گیا: سولہ ایام تھی، اسے جان لو

## وفات النبي ﷺ:

ربیع الاول سنہ گیارہ ہجری حجۃ الوداع کے بعد رسول اللہ ﷺ درد کی تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ آپ ﷺ بیماری کے پہلے دن سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، یہ آپ ﷺ کے مرض الموت کا آغاز تھا۔ آپ ﷺ نے اسی حالتِ مرض میں گیارہ دن نماز پڑھائی۔ اور صحابہ کرام کو انہی ایام میں کافی نصیحتیں بھی کرتے رہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ کو شدید بخار تھا اور آپ ﷺ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے چادر کے اوپر سے ہاتھ آپ ﷺ پر رکھا تو اس کے اوپر سے

بھی حرارت محسوس کی تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کو کس قدر شدید بخار ہے ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم پر آزمائشیں اسی طرح سخت آتی ہیں اور ہمارے لیے اجر بھی دگنا ہے۔( صحیح البخاری:5648)

رسول اللہ ﷺ کی طبیعت روز بروز بوجھل ہوتی جارہی تھی۔اس دوران آپ ازواج مطہرات سے بار بار پوچھتے رہتے تھے کہ ان کا کس کے ہاں ٹھہرنے کا دن ہے تو وہ سمجھ گئیں اور انھیں اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہیں رہیں۔اجازت کے بعد آپ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا کے مکان میں منتقل ہوگئے۔اس وقت حالت یہ تھی کہ فضل بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے درمیان آپ ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ سر پر پٹّی بندھی ہوئی تھی۔اور پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔اس کیفیت کے ساتھ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے مکان میں تشریف لائے۔ اور پھر حیات مبارکہ کا آخری ہفتہ وہیں گذارا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ یا تو دنیا کی زیب وزینت میں سے جو کچھ چاہے اللہ اسے دے دے، یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کرلے تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کرلیا۔ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر ابو بکر رونے لگے۔اور فرمایا: ہم اپنے ماں باپ سمیت آپ پر قربان ہوں۔اس پر ہمیں تعجب ہوا۔لوگوں نے کہا: اس میں بھلا رونے والی کیا بات ہے! رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کے بارے میں یہ بتا رہے ہیں۔ لیکن چند دن بعد واضح ہوا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ تھے۔ اور ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔(جامع ترمذی:3660)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے بیان کیا کہ میں نے مرض وفات کی تکلیف رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اور کسی میں نہیں دیکھی۔ آپ کو اس قدر شدید بخار تھا کہ چادر مبارک بھی بہت سخت گرم ہوگئی تھی، بار بار غشی طاری ہوتی اور آپ بے ہوش ہو کر ہوش میں ہو جاتے پھر غشی طاری ہو جاتی اور وقت ہوش زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے "اللهم الحقني بالرفيق الاعلى"۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ جس شدید کرب سے دوچار تھے اسے دیکھ کر حضرت فاطمہ بے ساختہ پکار اٹھیں وا کرب أباہ (ہائے!!ابا جان کی تکلیف)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہ ہوگی۔( صحیح البخاری:4462)

بیماری میں کمی نہ آئی اور جسم کی حرارت میں مزید شدت آگئی۔ جس کی وجہ سے تکلیف بھی بڑھ گئی۔ یہ پیر کا دن تھا اس وقت آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے سینے کے درمیان رکھا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ان سے مسواک کی

خواہش ظاہر کی اور نہایت اچھی طرح مسواک کی۔ آپ ﷺ پر موت کی سختیاں نمودار ہوئیں چنانچہ آپ کے سامنے کٹورے میں پانی تھا۔ آپ ﷺ پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ پونچھتے جاتے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے: "لا إله إلا الله إن للموت سكرات" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں موت کے لیے سختیاں ہیں)۔ چنانچہ ان سختیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ ﷺ نے ہاتھ یا انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ حضرت عائشہ نے کان لگایا تو آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔ اللهم الرفيق الأعلى، اللهم الرفيق الأعلى، اللهم الرفيق الأعلى اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جالاحق ہوئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

آپ ﷺ نے دنیا کو الوداع کہا اور دنیا آپ ﷺ کی جدائی میں بے نور ہو گئی۔ لوگوں کے جگر چھلنی ہو گئے۔ اللہ! اللہ! کس قدر وحشت کا عالم اور تکلیف تھی۔ کس قدر کھٹن الوداعی گھڑی تھی اور کس قدر بھاری لمحات تھے۔ کیسے نہ ہوتے! آپ کی وفات کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ کٹ گیا۔ افق پر اندھیرا چھا گیا مسلمان بے چین ہو گئے، کچھ پر غشی طاری ہو گئی اور کچھ اپنے حواس کھو بیٹھے تھے۔ کوئی بیٹھ جاتا تو اٹھ نہیں پاتا، کچھ کی زبانیں بولنے کی طاقت کھو بیٹھیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله المدينة أضاء منها كل شيء، فلما كان اليوم الذي مات فيه أظلم منها كل شيء

(جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ (پہلے پہل) مدینہ میں داخل ہوئے تو اس کی ہر چیز پر نور ہو گئی، پھر جب وہ دن آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی)۔

(جامع ترمذی 3618)

آپ کی تدفین ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہجرے میں ہوئی۔ آپکو یقین نہیں آرہا تھا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں حالانکہ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کا سر مبارک سیدہ عائشہ کے ساتھ ٹکا ہوا تھا حتیٰ کہ فرماتی ہیں میں نے کمرے میں کدالے چلنے کی آواز سنی کہ قبر کھودی جارہی ہے پھر مجھے یقین آیا۔ آپ ﷺ کے لئے لحد والی قبر تیار کہ گئی تھی اور آپ کو قبر میں سیدنا علی، سیدنا عباس اور سیدنا فضل ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین نے اتارا۔

صحابہ جب تدفین سے فارغ ہوئے تو سیدہ فاطمہ نے پوچھا:

"يا انس اطابت انفسكم ان تحثوا على رسول الله التراب"

(اے انس! تم نے یہ کیسے گوارا کیا کہ نبی کے جسم اطہر پر مٹی ڈال کر آگئے)۔

(صحیح البخاری:4462)

ان سخت حالات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نمایاں کردار ادا کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

"من كان منكم يعبد محمدا فان محمدا قد مات، ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت"

(تم میں سے جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھ لے کہ اللہ کے پیغمبر فوت ہو چکے ہیں معبود فوت نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت زندہ ہیں کبھی اسے موت نہیں آئے گی۔(صحیح البخاری:4454)

اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق نے رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ماتھا چوما اور فرمایا: ''بابي انت يا نبي الله لا يجمع الله عليك موتتين'' (اللہ کی قسم اللہ تعالی آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا)۔(صحیح البخاری:4453)

اس غم کو بھلانا اتنا آسان نہیں تھا آپ ﷺ کی وفات کے کچھ عرصے بعد ایک دفعہ سیدنا ابن عباس تشریف فرما تھے شاگرد سامنے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے پوچھا آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا جمعرات کا دن ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ وقت یاد آگیا اور رو پڑے فرمایا: "وما يوم الخميس" تم کیا جانو جمعرات کیا ہے، تمہیں کیا معلوم اس دن ہم پر کیا قیامت ٹوٹی تھی۔ ''اشد برسول الله وجعه'' (آج نبی ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ نبی ﷺ کی ایک ایسی حدیث سناؤ جس میں آپ اور اللہ کے پیغمبر ہوں، تیسرا کوئی نہ ہو، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی بہت سی حدیثیں ہیں، ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا، یہاں بیٹھے ہوئے تھے، نبی ﷺ بھی ساتھ تھے اتنا کہہ کر بیہوش ہوگئے، نبی ﷺ کی جدائی یاد آگئی آپ کی صحبتیں یاد آگئیں، تو کبھی بھی رنج والم کی کیفیت بن جاتی تو اللہ کے پیغمبر کو یاد کرکے رو پڑتے۔ ام المومنین ام سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد ہمیں جو بھی غم یا مصیبت آتی، ہم نبی ﷺ کی وفات کو یاد کرتے تھے تو یہ غم ہم پر ہلکا ہو جایا کرتا تھا۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

❁ قال الناظم رحمه الله:

وَتَمَّتِ الْأُرْجُوزَةُ الْمِيئِيَّةْ    فِي ذِكْرِ حَالِ أَشْرَفِ الْبَرِيَّةْ
صَلَّى عَلَيْهِ اللهُ رَبِّي وَعَلَى    صِحَابِهِ وآلِهِ وَمَنْ تَلاَ

اور یہ "ارجوزۂ میئہ" مکمل ہوا
تمام مخلوق میں سب سے افضل کی سیرت کے ذکر میں
اللہ میرے رب کی درود ہو ان پر
اور ان کے صحابہ، اہلِ بیت، اور جو بھی ان کے پیروکار ہوں

☆☆☆ ☆☆☆